

محبت کے موسم

عامر بن علی

محبت کے موسم

عامر بن علی

Ravi Foundation International

محبت کے موسم

- ۴ محبت چھو گئی دل کو ☆
- ۱۰۶ چلو اقرار کرتے ہیں ☆
- ۲۰۷ سرگوشیاں ☆
- ۲۹۹ یاد نہ آئے کوئی ☆

محبت چھوگئی دل کو

نعت

میرے آقا کی اگر مجھ پہ عنایت ہو جائے
مجھ کو بھی شہر مدینہ کی زیارت ہو جائے

مل گئی دولت کو نین یہی سمجھوں گا
حاضری کی تیرے کوچے جو اجازت ہو جائے

جن پہ ہولطف و کرم ان کے بلاوے آئیں
کیا خبر ہم پہ اگر نظر محبت ہو جائے

ہوں گناہ گار مگر آس ہے روز محشر
میرے مولا تیری نسبت سے شفاعت ہو جائے

شاہِ بطحا کے نگر میرے کٹیں شام و سحر
دیرسکار کی چوکھٹ میری قسمت ہو جائے

انتساب

احمد ندیم قاسمی

کے نام!

ترتیب

جاوڑانی کامسافر
امجد اسلام امجد
یہ سخن جو تیرے ذمہ کیے
عطاء الحق قاسمی

- | | | |
|----|---|---|
| ۷ | نفرتیں تو بڑھ گئی ہیں دوستی ملتی نہیں (غزل) | ✽ |
| ۹ | ہم بھلا نہیں پائے | ✽ |
| ۱۰ | شامِ تنہائی | ✽ |
| ۱۱ | پریمِ کتھا | ✽ |
| ۱۲ | تجھے تجھ سے چرانا چاہتا ہوں (غزل) | ✽ |
| ۱۳ | چاند کتنا حسین لگتا ہے (غزل) | ✽ |
| ۱۵ | لمحہ لمحہ گویا زمانہ آیا ہے (غزل) | ✽ |
| ۱۶ | من کے موسم | ✽ |
| ۱۷ | تہیا تہیا | ✽ |
| ۱۹ | قطعہ | ✽ |
| ۲۰ | قطعہ | ✽ |
| ۲۱ | چلی ہیں ایسی ہوائیں ہماری بستی میں | ✽ |
| ۲۳ | Sorry | ✽ |
| ۲۴ | ایک خواب | ✽ |
| ۲۵ | آہی جائو بہار کی دُت ہے (غزل) | ✽ |

- ۲۶ میں ترالاعتبار کرتا ہوں (غزل) ❁
- ۲۷ جب تر کال نہیں کرتے ہو ❁
- ۲۸ دسترس ❁
- ۲۹ ہر دل کو یوں سمجھاتے ہیں ❁
- ۳۰ شہروں شہروں دیس میں خوف کا پہلا ہے (غزل) ❁
- ۳۱ تر سے شکوہ نہ زمانے سے شکایت کی ہے (غزل) ❁
- ۳۲ دل مرجانا ❁
- ۳۳ دسمبر معتبر ہے ❁
- ۳۴ تمہارا ساتھ ❁
- ۳۵ لوگوں کے غم سنتے سنتے دل پتھر ہو جائے گا ❁
- ۳۶ پس زنداں کی اسیری ہی فقط دوگ نہیں ❁
- ۳۷ سپنوں کا سوداگر ❁
- ۳۸ نیندرنٹیں آٹوندی ❁
- ۴۰ خزاں کی سانسیں اکھڑ رہی ہیں ❁
- ۴۱ تیرا جوہن امر کر دیا ہے ❁
- ۴۲ سوہنیا دیا ❁
- ۴۳ واپے وفا ہے مگر دل سے کب نکلتا ہے (غزل) ❁
- ۴۴ جب نہیں کوئی ہمسفر جو گی (غزل) ❁
- ۴۶ قطعہ ❁
- ۴۷ قطعہ ❁
- ۴۸ حرف دُعا ❁
- ۵۰ اک اور دھجرت ❁

- ۵۲ -وطن ❁
- ۵۳ پھر وہ چہرہ زخمِ جگانے آیا تھا (غزل) ❁
- ۵۵ جو پیاز کے دستے میں جھیلے (غزل) ❁
- ۵۶ خواب کی بات ❁
- ۵۷ سمے کی بات ❁
- ۵۹ شامِ غم ❁
- ۶۰ بہار کی ایک نظم ❁
- ۶۲ غم پرانا بہلا سال لگتا ہے ❁
- ۶۳ خوش دھننے کی ترکیبیں ❁
- ۶۴ وہ جنہیں روشنی پسند نہیں (غزل) ❁
- ۶۵ سوچ کے سانچے میں الفاظ جو ڈھل جاتے ہیں ❁
- ۶۷ دشتِ تنہائی ❁
- ۶۸ سدھانت ❁
- ۶۹ دختر مشرق ❁
- ۷۱ شہیدِ جمہوریت کا نوحہ ❁
- ۷۳ فردیات ❁
- ۷۴ جدائی ❁
- ۶۵ وعدہ دہا صنم (غزل) ❁
- ۷۶ جنوں کو آزمانا آگیا ہے (غزل) ❁
- ۷۷ دھرتی ماں ❁
- ۷۸ جب بھی فکرِ معاش میں نکلا ❁
- ۷۹ جینے کا بہانہ ❁
- ۸۰ جیون ❁

- ۸۱ ولا خط جو تونے بہاڑ دئیے ❁
- ۸۳ ضدی ❁
- ۸۴ یہ کونسا مقام ہے ❁
- ۸۶ خواب اور خواہش ❁
- ۸۷ کوئی نہیں پانی کا دھبر ❁
- ۸۸ سکون ❁
- ۸۹ محبت چھو گئی دل کو ❁
- ۹۰ ایک لمحہ چین جی پاتا نہیں (غزل) ❁
- ۹۱ محبت خواب بنتی ہے ❁
- ۹۲ سالِ نو ❁
- ۹۳ بہت ہر کو ستاتا ہے (غزل) ❁
- ۹۵ دستِ سُخن ❁
- ۹۶ وقت مرہم نہیں ہر کسی درد کا ❁
- ۹۷ دل اب بھی دھڑکتا ہے ❁
- ۹۸ سلام ❁

جاودانی کا مسافر

گزشتہ دس برسوں میں نوجوان شعراء کی جو نسل ابھر کر سامنے آئی ہے اس میں ایک اہم اور معتبر نام عامر بن علی کا ہے۔ اس کے نام کے ساتھ کئی سابقہ بلا تکلف لگائے جاسکتے ہیں، کہ وہ خوش رو بھی ہے، خوش گفتار، خوش خصال اور خوش اخلاق بھی اور اس کے ساتھ بطور شاعر وہ خوش فکر بھی ہے اور انتہائی خوش گو بھی ہے۔ اپنی انہی جملہ خصوصیات کی وجہ سے وہ میرے نوجوان دوستوں کی اُس صف میں ہے جنہیں میں بہت عزیز رکھتا ہوں اور شاید اسی لئے اکثر و بیشتر اسے مشورہ دیتا رہتا ہوں کہ شاعری کا فن تو اسے رب دو جہاں کی طرف سے بطور تحفہ ملا ہے لیکن اس کے ہنر پر دسترس حاصل کرنا ہی وہ طریقہ ہے جس سے اس عنایتِ خاص کا شکریہ ادا کیا جاسکتا ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ وہ میری باتوں کو دھیان سے سنتا اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور یوں اس کی شاعری نوجوان نسل کے ساتھ ساتھ ثقہ اور معتبر ادبی حوالوں سے بھی لائق توجہ اور پسندیدہ ہوتی جا رہی ہے اسے ملک گیر شہرت اس شعر کی وجہ سے ملی تھی کہ

حُسن اور حکومت سے کون جیت سکتا ہے
یہ بتاؤ دونوں کی عمر کتنی ہوتی ہے؟

زیر نظر مجموعے میں آپ کو اس جیسے کئی شعر ملیں گے جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس نے ”ہنگامی“ اور ”پائیدار“ کے درمیانی فرق کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے اور اب اس رستے پر رواں دواں ہے جہاں ”جاودانی“ اس کے انتظار میں ہے۔

امجد اسلام امجد

یہ سُخن جو تم نے رقم کیے

”یاد نہ آئے کوئی“؛ ”سرگوشیاں“ اور ”چلو اقرار کرتے ہیں“ کے بعد اب عامر بن علی کے چوتھے شعری مجموعے ”محبت چھوگئی دل کو“ کی آمد اس بات کا اعلان ہے کہ اس نوجوان نے خازنِ شعر میں شوقیہ قدم نہیں رکھا بلکہ یہ آبلہ پائی کسی منزل کی جستجو کا پتہ دیتی ہے۔ اس نے بیرون ملک اپنی بے پناہ کاروباری مصروفیت کے باوجود شعر سے اپنا تعلق اُستوار کر رکھا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے شاعری اس کا مسئلہ ہے اور ادب سے اس کی مکٹمنٹ ہے۔ یہ مکٹمنٹ اسے کچھ کر گزرنے پر اکساتی رہتی ہے اور بے چین رکھتی ہے لہذا ہر بار وہ اپنی بہت سی تازہ غزلوں اور نظموں کے ساتھ پاکستان آتا ہے۔ یہ نظمیں اور غزلیں اس نے وہاں راتوں کو جاگ جاگ کر لکھی ہوتی ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ جگر اتے کبھی ضائع نہیں جایا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی مقبولیت اور پذیرائی میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ عامر بن علی بہت ملنسار، ہنس مکھ اور محبتیں بانٹنے والا شاعر ہے۔ نفرت اور منافقت سے آلودہ موجودہ ادبی فضا میں ایسے شاعروں کا وجود غنیمت ہے جو نہ صرف شاعری میں محبت اور پیار کی بات کرتے ہیں بلکہ خود اس کی عملی تصویر بھی ہیں۔ عامر بن علی کو شعر سے مکٹمنٹ مبارک ہو۔ میں اس کی مزید کامیابیوں کے لئے دعا گو ہوں!

عطاء الحق قاسمی



نفرتیں تو بڑھ گئی ہیں دوستی ملتی نہیں
اس نگر میں اب سُنا ہے عاشقیِ ملتی نہیں

میں نے دنیا بھر کی ہراک کامیابی دیکھ لی
تجھ سے مل کر جو ملی تھی وہ خوشیِ ملتی نہیں

چھان کر صحرا جو دیکھتا ہے کہیں مجھ پر کھلا
ریت میں کھوئی کوئی شے قیمتیِ ملتی نہیں

اس کے چہرے کی دمک سے شہر میں تھی روشنی
اس قدر جو مہرباں ہو چاندنی ملتی نہیں

اور بھی دنیا میں کتنے خوبصورت لوگ ہیں
ہاں مگر جو اس میں ہے جادو گر یہ ملتی نہیں

زرد پتے گر رہے ہیں جو خزاں کے خوف سے
پیڑ سے جو کٹ گرے تو زندگی ملتی نہیں

اس کی آنکھوں نے کہی جو بات مجھ کو یاد ہے
کاغذوں پہ جان ایسی شاعری ملتی نہیں



ہم بھلا نہیں پائے

تیرے پیار میں جاناں
 کس طرح گزارے تھے
 زندگی کے روز و شب
 اور جب سے آیا
 زندگی کی راہوں پر
 راستے بدلنے کا
 تم سے جاں بچھڑنے کا
 دل پہ کیا عذاب آئے
 زندگی کے وہ لمحے
 ہم بھلا نہیں پائے



شامِ تنہائی

شامِ اداسی لے آتی ہے
 گھر کی ساری دیواروں پر
 جس میں شامل کچھڑے یاروں
 گزرے لمحوں کی چاہت
 اور ہارے عشق کا ماتم بھی ہے
 سب یہ ہمیں تڑپا دیتے ہیں
 جب آنکھوں میں
 کرچی کرچی، خواب پکھل کر
 آنسو بننے لگتے ہیں تو
 بھیگی پلکوں سے ہم گھر کے
 خالی پن کو یوں ہی تنگ لگ جاتے ہیں
 ہم تنہا تو تھے ہی لیکن
 شامِ احساس بڑھا جاتی ہے
 شامِ اداسی لے آتی ہے



پریم کتھا

پہلے پیار کی بات چلی ہے
 آنکھ جھبی تو پریم ہے
 پیار میں گزرے ان لمحوں کا
 لفظوں میں اظہار کروں تو
 اک اک لمحے کی بیٹی کو
 تھوڑا تھوڑا بھی لکھوں جو
 لفظوں کا بھرپور سمندر
 اور اک جیون کتنا کم ہے۔۔۔!





تجھے تجھ سے چرانا چاہتا ہوں
جنوں کو آزمانا چاہتا ہوں

ہمارے درمیاں جو موجزن تھا
وہی رشتہ پرانا چاہتا ہوں

مکان بدلے ہیں کتنے اس نگر میں
میں اب کے گھر بسانا چاہتا ہوں

سمے کی آندھیوں سے بچھ نہ پائے
دیا ایسا جلانا چاہتا ہوں

یہ دنیا تو بہت چھوٹی ہے جاناں
ترے دل میں سمانا چاہتا ہوں

تمہارا ساتھ ہو اور گیت لکھوں
میں جیون شاعرانہ چاہتا ہوں





چاند کتنا حسین لگتا ہے
تیری رعنائیوں سے جلتا ہے

تو بھی مجبور ہے سمجھتا ہوں
دل تو پاگل ہے کب سمجھتا ہے

تیری یادوں کا نیلگوں سایا
ہر قدم ساتھ ساتھ چلتا ہے

رات کو خواب میں تم آئے تھے
آج سارا ہی گھر مہکتا ہے

تیری آنکھوں نے یوں کیا گھائل
درد اک پل نہیں ٹھہرتا ہے

جب سے تو آ بسا ہے خوابوں میں
تیرے کھونے کا ڈر سا رہتا ہے

کوئی تجھ سا نہیں ہے دنیا میں
میں نہیں سارا شہر کہتا ہے





لمحہ لمحہ گیا زمانہ آیا ہے
برسوں بعد اک یار پرانا آیا ہے

آنسو بے خوابی اور سنے ساجن کے
پیار کے در سے یہ نذرانہ آیا ہے

عشق کرو تب ہاتھ ہنر یہ آئے گا
ایسے ہی کب جان گوانا آیا ہے

پیاس اور خون کی موجوں پہ بھی شا کر ہے
صحرا میں یہ کون گھرانہ آیا ہے؟

چیون ہار کے عاشق زندہ رہتے ہیں
دنیا سے یوں کس کو جانا آیا ہے

تیری یاد کے اجڑے خمے جلتے ہیں
نئے بہانے درد پرانا آیا ہے



مَن کے موسم

اس صحرا کا
 اک اک ذرہ
 میرے کان میں کہتا ہے
 یوں تنہا کیوں رہتا ہے؟
 کیا بتلاؤں
 دل میں تیری
 یاد کا جھرنا بہتا ہے
 جی تنہا کب رہتا ہے



تھیّا تھیّا

کوئی دروازہ کھلتا ہے نیا
 محسوس ہوتا ہے
 دوبارہ اک نئی دنیا کا
 لگتا ہے جہاں بدلا
 کوئی جب پیار کرتا ہے
 تو جھرنے پھوٹنے لگتے ہیں
 روشن آبکینوں سے
 سحر کے آئینے میں
 عکس شبنم کا اُترتا ہے
 گلوں کا روپ لے کر
 زندگی پہلو بدلتی ہے

کوئی جب پیار کرتا ہے
 صباحت کے لبادے میں
 کوئی کونل نکلتی ہے
 اُفتق کے پار اک رو پہلی جھانجھر رقص کرتی ہے
 شفق کی چاشنی چنچل لبوں پر جھلملاتی ہے
 کوئی جب پیار کرتا ہے
 کوئی جب پیار کرتا ہے

13 May 2009

ٹوکیو۔ جاپان



قطعہ

نگر نگر کا سفر بس اسی سبب سے ہے
 نجانے کون سی بستی میں تیرا گھر ہوگا
 رہِ وفا میں جو مقتل ہوا کبھی برپا
 تو سب سے اونچا سناں پر مرا ہی سر ہوگا



قطعہ

بکھری ذات کے حصے لیکر جینا ہے
 اب ماضی کے قصے لے کر جینا ہے
 نئی نئی اس بستی کے بازاروں میں
 وہی پرانے سگے لے کر جینا ہے





چلی ہیں ایسی ہوائیں ہماری بستی میں
 ہوئی ہیں خواب و فائیں ہماری بستی میں

جو سادہ دل کوئی بھولے سے جرمِ عشق کرے
 بہت کڑی ہیں سزائیں ہماری بستی میں

یہ بددعا کا اثر ہے کہ امتحان کی گھڑی
 ہیں بے اثر کیوں دعائیں ہماری بستی میں

اسی لئے تو چُھپا آفتابِ خوشیوں کا
ہیں آج غم کی گھٹائیں ہماری بستی میں

غبارِ خوف یا لالچ ہے سارے ذہنوں پر
دبی ہیں سچی صدائیں ہماری بستی میں

یہ چند چاک گریبان والے بھی جو اُٹھے
کریں گی راج جفائیں ہماری بستی میں

ہے مشورہ جو مسافر ہیں اس طرف کے لیے
کلیجہ تھام کے آئیں ہماری بستی میں



Sorry

جو تو نے کہا تھا

بڑا سا لگا تھا

ججھی کہہ گیا ہوں میں چند ایسی باتیں

کسی طور پر بھی جو کہنے کی نہ تھیں

ہے ممکن تمہیں بھی لگا ہو بڑا سا

یہی سوچ کر کب سے بے چین ہے من

مجھے معاف کرنا میرے دوست، ہمدام

جو میں نے کہا تھا

جو تو نے سنا تھا

میرا ویسا مطلب تو ہرگز نہیں تھا

مجھے معاف کرنا!!



ایک خواب

ساتھ جو ہوتا آج تمہارا
 جیون کتنا سندر ہوتا





آبھی جاؤ بہار کی رُت ہے
پھول کھلنے کی پیار کی رُت ہے

اے مرے دل رہیں رنج و الم
تیرے صبر و قرار کی رُت ہے

عشق پیشہ یہ رکھتے ہیں ایمان
چاندنی اعتبار کی رُت ہے

جو ہوا ا سکا غم تو ہے لیکن
آج غم سے فرار کی رُت ہے

ساقیا خیر تیرے ہاتوں کی
ساغرو بادہ خوار کی رُت ہے





میں ترا اعتبار کرتا ہوں
اس لئے انتظار کرتا ہوں

راز رکھنا تھا تیری چاہت کا
تذکرے بار بار کرتا ہوں

بھول سکتا نہیں اگر چاہوں
کیوں کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں

جانے والوں کا غم نہیں مٹتا
ٹوٹکے صد ہزار کرتا ہوں

ہو بھی سکتا ہے تو پلٹ آئے
دل کو یوں بے قرار کرتا ہوں



جب تم کال نہیں کرتے ہو

بہت مصروف ہوگا

دوستوں میں پھنس گیا ہوگا

یا پھر گھر میں کوئی مہمان ہو سکتا ہے آئے ہوں

یہ ٹیلی فون کا سسٹم بڑا ناقص یہاں پر ہے

ہزاروں اس طرح کے اور بھی حیلے بناتا ہوں

تمہارے واسطے

کیونکہ

مرے تم دل میں بستے ہو

کبھی یہ ہو نہیں سکتا

مجھے تم بھول بیٹھے ہو



دسترس

نہ تھا مہرباں
 کبھی مہرباں جو ہوا تو پھر
 کئی پہروں ہوتی تھی گفتگو
 جو نہیں تو صدیاں گزر گئیں
 کبھی گفتگو کا خیال آنا تو بات ہے
 اسی سُنْدِ خوکے گماں میں بھی میں نہیں کہیں
 کبھی وصل کا جو خیال آئے تو خود بلائے
 جو رہوں میں ہاجر میں مبتلا تو اسے ذرا سا بھی غم نہ ہو
 کہ میں کیسے حال میں قید ہوں
 یہ تو اس کی مرضی کی بات ہے
 کہ وہ جو کرے، رکھے جس طرح
 تو میں کیا کہوں۔۔۔؟
 تو میں کیا کروں۔۔۔؟
 میرے بس میں کون سی بات ہے!



ہم دل کو یوں سمجھاتے ہیں

دلِ ناصبور سُن لے
یوں فراق میں کسی کے
ترا اس قدر تڑپنا
تجھے بے طلب نہ کر دے





شہروں شہروں دیس میں خوف کا پہرہ ہے
کہتی ہے سرکار یہ دور سنہرا ہے

کچھ بھی تو تبدیل نہیں ہو پایا ہے
گوئی ہے جتنا یا حاکم بہرہ ہے؟

کب تک قید کرو گے سورج سوچو تو
برف کا تاج و تخت کہاں، کب ٹھہرا ہے

عدل تو گھر کی باندی ہے ان شاہوں کی
موت کے بعد سنا ہے ایک کٹہرا ہے

دھرتی کو سب وید بہت نادان ملے
زخم تو ہیں لیکن کب اتنا گہرا ہے





تم سے شکوہ نہ زمانے سے شکایت کی ہے
ہم ہی مجرم ہیں کہ اس دور میں چاہت کی ہے

لوگ ناداں ہیں جو پھر شور اٹھا دیتے ہیں
شیخ نے تو سدا مسند کی حمایت کی ہے

عشق والوں نے کبھی ظلم پہ بیعت نہیں کی
ہم نے ہر دور کے جابر سے بغاوت کی ہے

رزم گاہوں میں کٹا کرتی ہے شاہوں کی حیات
حُسن والوں نے اداؤں سے حکومت کی ہے

چاہتیں اور بھی گزری ہیں زمانے میں مگر
جیسے ہم کرتے ہیں کب کس نے محبت کی ہے



دل مرَ جانا

دل نہیں سندا اپنی کہندا
 اوہدی یادِ جِ روندا رہندا
 جس دے کارن ہسنا بھلیا
 جنگل، بیلے، گلیاں رُلیا
 مر جاواں یا جیونداواں میں
 اوہنوں تے کوئی فرق نہیں پیندا
 دل کمل اے روندا رہندا
 اے نہیں سندا اپنی کہندا



دسمبر معتبر ہے

اگر ہم کسی دن
محبت کی یادیں مہینوں میں بانٹیں
تو ہوں گی زیادہ دسمبر کی باتیں



تمہارا ساتھ

ایسا سُنْدَر
تو اس جہاں میں
اور کچھ بھی نہیں





لوگوں کے غم سُنتے سُنتے دل پتھر ہو جائے گا
ساری دنیا گھوم چکے ہیں جانے گھر کب آئے گا

دل کی بستی ایسی اجڑی خاک اڑے ہے یادوں کی
کب بڑکھا کی آمد ہوگی کب آنچل لہرائے گا

بات ہے سیدھی مان لے سا دھوبے دردوں کی نگری ہے
جو بھی من کی بات سُنے گا یاں وہ غم ہی پائے گا

اپنی ساری عمر کٹی ہے حُسن اور عشق کی راہوں پر
ان رستوں پہ دل ہے رہبر دل تو دھوکا کھائے گا

کان بھی اب تو ترس گئے ہیں نام پیا کا سُنے کو
نین بسے ان بام و در کا کب کوئی حال سُنائے گا

پہرے ہیں اظہار پہ اور گفتار پہ ہیں یاں تعزیریں
جیسے بھی حالات ہوں لیکن بنجارہ تو گائے گا





پس زنداں کی اسیری ہی فقط روگ نہیں
ختم ہوں سوچ پہ پہرے تو کوئی بات بنے

چھلی چاہت میں ملے زخم عیاں روح پہ ہیں
بھر سکیں گھاؤ یہ گہرے تو کوئی بات بنے

جرات عشق سلامت ہے ابھی تک مجھ میں
دل کسی شخص پہ ٹھہرے تو کوئی بات بنے

صبح ممکن ہے مرے شہر میں لیکن ہمدم
دن وہ لوٹیں جو سنہرے تو کوئی بات بنے

اپنی فریاد کو سنتے درودیوار فقط
نہ رہیں لوگ یہ بہرے تو کوئی بات بنے



سپنوں کا سوداگر

خوشی کے
 دور کے
 ہجر و وفا کے
 کئی کردار ہیں بستی میں ایسے
 جنہیں میں جانتا ہوں
 بہت ہی چاہتا ہوں
 سبھی کے مشغلے ہیں اپنے اپنے
 جو ملتے بھی ہیں کچھ ایک دوسرے سے
 مگر کچھ مشغلہ میرا عجب ہے
 میں سپنے بانٹتا ہوں چاروں جانب
 خوشی کے، درد کے، ہجر و وفا کے



نیندر نہیں آؤندی

سارے دن دا تھکاٹھا

نینداں بھریاں اکھیاں دے نال

کلے گھر دے بستر اتے لیٹناں واں تے

سارے دن دیاں بھلیاں باتاں

گئے سسے دیاں بیتیاں راتاں

چیتے آؤن

یاداں باتاں سن کے نیندر رُس جاندی اے

کالیاں راتاں اکھیاں دے وچ کٹناواں میں

پاسے ماراں

وردگزاراں

ہوروی جیڑے پج میں لاواں

نیندر دے لئی

نیندر نہیں آؤندی

کیہ میں عرض گزاراں

نیندر نہیں آؤندی



خزاں کی سانسیں اکھڑ رہی ہیں

وہ زرد پتے اڑانے والی
 ہوائیں اب سرد ہو رہی ہیں
 ہر ایک شب کی
 ٹھٹھرتی دھڑکن یہ کہہ رہی ہے
 خزاں کی سانسیں اکھڑ رہی ہیں
 تمہیں مبارک ہو اہل گلشن
 ملن کے غنچے کھلانے والی
 بہار آنے کو ہے۔ وہ دیکھو
 خزاں کی سانسیں اکھڑ رہی ہیں



تیرا جو بن امر کر دیا ہے

تو بسی ہے

مرے شعروں، مری نظموں میں، مری غزلوں میں

جو کہ اس موسم گل سے بھی جواں ہیں جاناں

میرے لفظوں نے ترا شاہے سراپا تیرا

میرے حرفوں میں ہے محفوظ ہر اک نقش ترا

کیسے بدلے گا زمانہ یہ سراپا یہ نقوش

تا ابد تیری جوانی تو رہے گی محفوظ

مری غزلوں میں، مرے شعروں، مری نظموں میں،



سوہنیاربا

سوہنیاربا
 اے کیہ ہو یا؟
 آدم نوں تخلیق توں کیتا
 اونوں رج کے پیاروی کیتا
 فیر بنائی دنیا اس لئی
 دھرتی، دریا، امبر، تارے
 سارے ودھ توں ودھ نے پیارے
 آدم نوں توں دل وی دتا
 دل وچ پیارنوں نازل کیتا
 جس نے کئی کئی رنگ کھلا رے
 لیکن آدم دے اے بچے
 پیار بھلا کے تیرا دتا
 نفرت دے ول کیوں ٹر پئے نیں۔۔۔؟
 پیار کرن توں کیوں ڈردے نیں

28 June 2008

Ground Zero- New York





وہ بے وفا ہے مگر دل سے کب نکلتا ہے
اسی کی یاد میں آنکھوں کا دیپ جلتا ہے

ہمیں یہ ڈر ہے کسی دن وہ جاں بھی لے لے گا
یہ زہرِ غم جو ہماری رگوں میں پلتا ہے

کہیں بھی چین نہیں ہے پچھڑ کے یاروں سے
سکوں کی کھوج میں من جا بجا بھٹکتا ہے

اداسیوں کا مداوا نہ گر ضروری ہو
ترے بغیر بھی سانسوں کا کھیل چلتا ہے

کوئی الاؤ جلا یا نہ شمع روشن کی
فراقِ خو دلِ وحشی بہت سلکتا ہے





جب نہیں کوئی ہمسفر جوگی
جو ہے من میں ترے تو کر جوگی

غمِ الفت ہے لا علاج اگر
کیا کریں گے یہ چارہ گر جوگی

ہیر تنہا ہے جھنگ نیلے میں
را.نخا روگی بنا ادھر جوگی

آنکھ دجلہ بنی بدن شعلہ
کس نے پوچھا ہے تیرا گھر جوگی

یوں تو زندہ رہے نچھڑ کے بھی
دلِ وحشی ہوا مگر جوگی

جب اُٹھے تیرے آستانے سے
تب سے پھرتے ہیں در بدر جوگی

عشق کا تو ہے حق یہی عامر
عشق جائے جو جائے سر جوگی



قطعہ

یہ شہر جاناں کو کیا ہوا ہے
 وفا کا معنی بدل گیا ہے
 میں کرچی کرچی بکھر چلا ہوں
 یہ وقت جیسے پگھل رہا ہے



قطعہ

روشنی کی کوئی کرن بھی نہیں
 وہ کہاں ہے ہمیں خبر ہی نہیں
 اس پری وٹس سے میل کھاتی ہو
 ایسی صورت کوئی بنی ہی نہیں



حرفِ دعا

آج اچانک ایک پرانا البم کھولا
 جس میں کچھ تصویریں تھیں
 اور ایک پرانا خط رکھا تھا
 جس کے حرف سے سے لڑتے بکھر چکے تھے
 پاس ہی اک تصویر میں اک وہ چہرہ دیکھا
 راج ہے جس کا اس دل پہ اس دن سے ہی
 جب کالج میں پہلی بار تمہیں دیکھا تھا
 اس موسم کی اک تصویر وہاں میری تھی
 جس کو دیکھ کے غور سے میں نے آئینہ دیکھا
 تیرا نقش تو دل میں آج بھی ویسا ہی ہے

لیکن وقت نے میرا چہرہ بدل دیا ہے
 دیکھ کے آئینہ۔ میں نے سوچا
 ممکن ہے تیرا بھی چہرہ بدل گیا ہو۔۔۔؟
 اور اس خوف میں میں کل شب کو
 ایک دعا ہر روز جو کرتا ہوں ملنے کی
 رات دعا وہ
 خدا سے کرنا بھول گیا



اک اور ہجرت

کتنا خالی تھا میرا کمرہ

یہ یاد ہے

جب چھلی ہجرت کے بعد

ہم اس مکاں میں آئے

تو کتنا خالی تھا میرا کمرہ

بہت سی یادوں، کئی کتابوں

پرانے کپڑوں کینڈروں سے

مرا یہ کمرہ جو بھر چلا تھا

تو لگ رہا ہے

کہ اب تو اس کو بھی چھوڑ جانے میں کچھ ہی دن ہیں

کسی نئے شہر کی طرف جانے والے
 رستے بلا رہے ہیں
 چلو کہ اب وقت آ گیا ہے
 اب اگلی ہجرت میں چند دن ہیں
 تو یہ مراں مجھ کو گھر لگا ہے



وطن

وقت کے صحرا میں پھڑا ہم سے جو پھر کب ملا
ہے یہی اندازِ فطرت کارواں سے کیا لگہ

زندہ باد ارضِ وطن کے بادشہ تیرے سبب
ہونٹ سب کے سل گئے گھاؤ نہ کوئی بھی سلا

یہ تو وہ منظر نہیں جس کا تھا ہم کو انتظار
زخم سارے کھل اٹھے غنچے نہیں کوئی کھلا





پھر وہ چہرہ زخم جگانے آیا تھا
یاد کا جھونکا رات رُلانے آیا تھا

زخمی سوچ اور ٹوٹے دل پہ اشک زدہ
یار جو میرے درد بٹانے آیا تھا

ہاتھ ہیں چھلنی آنکھیں ریزہ ریزہ ہیں
میں صحرا میں پھول کھلانے آیا تھا

دروازے پہ دستک جانے کس نے دی
درد پرانا نئے بہانے آیا تھا

بے چینی اور بد امنی کا راج رہا
موسم گل تو خوں میں نہانے آیا تھا

اہل ہنر کچھ زنداں کچھ مقتل کو گئے
یہ حاکم بھی ملک بچانے آیا تھا





جو پیار کے رستے میں جھیلے وہ کرب عذاب بھی لکھیں گے
منزل پہ پہنچ جائیں ہمد رستوں کا حساب بھی لکھیں گے

مقتل ہی بنا ڈالا تو نے اس دیس کو اے جابر حاکم
جو عہد میں تیرے قتل ہوئے وہ بانگے خواب بھی لکھیں گے

ہم اہل بغاوت کٹ جائیں پر لاکاریں گے تم کو سدا
ممکن ہے تمہیں کچھ اہل قلم سرکار جناب بھی لکھیں گے

اک آگ ہے بستی میں ہر سو دھرتی سے بھی اب رستا ہے لہو
لازم ہے مگر کل لوگ یہاں اک روشن باب بھی لکھیں گے

الجھے ہیں بہت دنیا میں ابھی مل جائے ہمیں مہلت تھوڑی
اس حسن دلاور کی دھجج پر اک روز کتاب بھی لکھیں گے



خواب کی بات

خواب سراب ہیں
 جانتے ہیں ہم
 پھر بھی اچھے لگتے ہیں
 خواب تو خواب ہیں
 یہ بھی جانیں
 پھر بھی سچے لگتے ہیں



سمے کی بات

چاندنی رات
 ستاروں کا غبار
 اور تیرے کوچے کو جاتی ہوئی ویران سڑک
 ہوں کھڑا جس کے کنارے میں لیے بے کل دل
 بام و درتکتی ہے تیرے
 میری مشتاق نظر
 کچھ قدم دور سے
 دھندلا سا دکھائی دے ہے
 گل ہوئے جاتے ہیں سب تیرے درتچے کے چراغ
 کیسے ممکن ہے حقیقت سے فرار
 سوچتا جاتا ہوں کس درجہ بدل دیتا ہے

وقت کتنا بھی دکھائی تو نہیں دیتا ہے
 سب کے سب چہروں پہ تحریر مگر لکھتا ہے
 گرچہ تیرے لئے دل میں ہے ابھی تک وہ تڑپ
 آنکھ میں اب بھی بھی ہے
 وہی خوابوں کی قطار
 ہاں تیری آرزو اب بھی ہے مجھے
 دل میں اب بھی ہے جدائی کی کسک
 یوں تو بدلا ہے جہاں میں سب کچھ
 اور کچھ زیست کے حالات بھی اب وہ نہ رہے
 دل تری آرزو تو رکھتا ہے
 میں تیری جستجو نہیں کرتا



شامِ غم

اُداس شام کے
 بڑھتے ہوئے قدموں سے پریشاں
 اس آس پہ بیٹھے ہیں
 کہ کب چاند ابھرے
 اور بے چین نگاہوں میں بسی تنہائی
 آسماں پر سبجے تاروں سے کوئی بات کرے



بہار کی ایک نظم

زندگی کٹھن تو ہے
 بے وطن پرندوں کی
 بے زمین پودوں کی
 اپنے دیس سے بچھڑے
 بد نصیب لوگوں کی
 پھر بھی جب بہار آئے
 سب پرندے شاخوں پر
 چہچہانے لگتے ہیں
 پھول کھلنے لگتے ہیں
 کم نصیب شاخوں پر

بے وطن مسافر بھی
 مہرباں ہواؤں سے
 غم کو بھول جاتے ہیں
 چاہے چند لمحے ہی
 جب بہار آتی ہے
 معجزے دکھاتی ہے





غم پرانا بھلا سا لگتا ہے
مسکرانا بھلا سا لگتا ہے

اس کی یادوں کا دل کو آخر شب
گد گدانا بھلا سا لگتا ہے

ایسی آنکھیں ہیں یار کی جن سے
زخم کھانا بھلا سا لگتا ہے

اس کی بستی میں بے سبب اب بھی
آنا جانا بھلا سا لگتا ہے

جس نے ہم کو بھلا دیا اس کا
یاد آنا بھلا سا لگتا ہے

یاد کرنا اسے بُرا ہے اے دل
میں نے مانا بھلا سا لگتا ہے



خوش رہنے کی ترکیبیں

ساری جھوٹی ہوتی ہیں



وہ جنہیں روشنی پسند نہیں

کیسے دن دیکھے ہوں گے تلخی بھرے
 کس قدر ہوگی زندگی تاریک
 اپنی دنیا سے روٹھنے والے
 زیست کی ہر خوشی سے انجانے
 دل شکستہ فگار لوگوں کی
 وہ جنہیں روشنی پسند نہیں





سوچ کے سانچے میں الفاظ جو ڈھل جاتے ہیں
وہ ہمیں لے کے بہت دور نکل جاتے ہیں

کیسا غم ہے جو ہر اک روز بڑھا جاتا ہے
وقت کے ساتھ سنا تھا کہ سنبھل جاتے ہیں

سنگ دل ہو کوئی یا مصلحت اندیش یہاں
پیار کی راہ میں دل سب کے پگھل جاتے ہیں

کچھ نہیں مانگتے ہم تیرے سوا دنیا سے
اور ہوں گے جو کھلونوں سے بہل جاتے ہیں

سائنس کی ڈور ترے نام کی مالا ہے ہمیں
تجھ سے غافل ہوں تو ہم سوئے اجل جاتے ہیں

اور عامر تمہیں معلوم ہے اس بستی میں
ایسے حاکم ہیں جوہر خواب نگل جاتے ہیں

جن کو منزل سے شناسا کیا ہم نے عامر
وہ ہمیں دیکھ کے رستہ ہی بدل جاتے ہیں



دشتِ تنہائی

جانے وہ کس دیس میں ہوگا

کیسا ہوگا۔۔۔؟

آخر شب یہ اکثر سوچا کرتا ہوں میں
 کل کی بات نہیں ہے برسوں بیت گئے ہیں
 گو کہ ویسا رشتہ بھی اب نہیں رہا ہے
 لیکن یہ بھی سچ ہے جب سے وہ بچھڑا ہے
 اس کی یاد سے خالی کب کوئی دن گزرا ہے
 مان لیا تقدیر میں جو کچھ بھی لکھا تھا
 پھر بھی اک احساس کا رشتہ سا باقی ہے
 تنہائی کا اب بھی کوئی تو ساتھی ہے



سدھانت

نفرتیں، پیار، دوست اور دشمن
 چند جذبے ہیں اور کچھ رشتے
 اپنے جیون کو جو بناتے ہیں
 کامیابی کے قیمتی نسخے
 جیسے ناصح ہمیں بتاتے ہیں
 کوئی بھی جذبہ کوئی بھی رشتہ
 دل میں پائے جگہ نہ بھولے سے
 اپنے دل میں جگہ نہ پائیں گے
 ایسے منشور کا مرانی کے
 جگ سے ناکام لوٹ جائیں گے



دُخترِ مشرق

کتنے درد اٹھائے تو نے
 میرے دیس میں پیدا ہو کر
 اے مشرق کی پیاری بیٹی
 پیار تھا تجھ کو مظلوموں سے
 محکوموں اور خستہ تنوں سے
 جن کے نام تھا جیون تیرا
 موت بھی ان کے سامنے آئی
 راولپنڈی کے کوفے میں
 کل ہی تو مصلوب ہوا تھا
 تیرا بابا

نوڈیرو کے قبرستاں میں
 ناحق خون نہا کر سوائے
 جری، بہادر تیرے بھائی
 جن کا ماتم جاری ہی تھا
 اور وطن نے
 میرے عہد کی زینبؓ تیرا مقتل دیکھا



شہیدِ جمہوریت کا نوحہ


مرے گماں کی حدوں میں ایسے
 حروف ناپید ہیں کہ جن سے
 میں نوحہ لکھوں
 شہیدِ قائد کی رخصتی کا
 انوکھی چاہت کے مجموعے سا
 یونہی اچانک جو ایسے پھٹا
 کہ پھول بے رنگ کر گیا وہ
 ہے چاند ویراں، ستارے اجڑے
 اداس جنگل پکارتا ہے
 خزاں میں غنچے اُگانے والا
 تھا مہرباں جو

کدھر گیا وہ
 جو قتل گاہوں سے سرخرو تھا
 غریب لوگوں کی آبرو تھا
 میں نوحہ لکھوں تو کیسے لکھوں
 وفا کے پیکر کی رخصتی کا
 شفق سی دلدار شخصیت کا
 نہیں کتابوں میں لفظ ایسے
 میں نوحہ لکھوں تو کیسے لکھوں



فردیات


ہم نے ٹوٹے ہوئے خوابوں کا صلہ کب مانگا
 قصر شاہی سے مساوات کا حق مانگتے ہیں




چاند کو اپنا ہم سفر رکھنا
 اب اکیلے سفر نہیں کرنا



وہ جو اترا تھا چاند گاؤں میں
 یاد ہے وہ تمہیں خزاں کی شام



دھڑکن سے جڑ گیا ہے بس اک نام اس طرح
 میرے بدن سے روح کا رشتہ ہے جس طرح



میرے حوصلے بھی عجیب ہیں
 اسے بے وفا بھی نہیں کہا



جدائی

سوچتا رہتا ہوں میں اکثر
 جب بھی اکیلا ہوتا ہوں
 یہ پھول آخر کیوں مرجھاتے ہیں
 کچھ ناموں کو سن کر آخر
 ہنستی بستی آنکھوں میں
 آنسو کیوں کر آجاتے ہیں۔۔۔؟



وعدہ رہا صنم

چاہے ہزار سال جیوں
 چاہے نہ کل رہوں
 بھولوں گا نہ کبھی تجھے
 جب تک ہے دم میں دم
 ساون کی چاند رات کے رنگوں کی ہے قسم





جنوں کو آزمانا آ گیا ہے
گلوں سے زخم کھانا آ گیا ہے

لہو میں ڈوب کر بھی مطمئن ہوں
تمہیں مہندی رچانا آ گیا ہے

تمہارے اور ہمارے درمیاں پھر
وہی جنگل پرانا آ گیا ہے

مجت ایک تہمت بن گئی ہے
بڑا مشکل زمانہ آ گیا ہے

وہ سولی پر بھی رنجیدہ نہیں ہیں
جنہیں وعدہ نبھانا آ گیا ہے



دھرتی ماں

گزر گیا ہے زمانہ تیری جدائی میں
 مگر خدا کی قسم ہر قدم پہ آتی ہیں
 وہ تیرے لمس کی یادیں
 کہ جھوم اٹھتا ہوں
 وہ بارشوں میں تیرا خوشبو میں جگا دینا
 وہ میرا ناچنا اور تیرا مسکرا دینا
 پھر اس کے بعد تری ساری دلربا یادیں
 سلگتے آنسوؤں میں ڈھل کے گرنے لگتی ہے
 کبھی کبھی مرے لفظوں میں ڈھلنے لگتی ہے
 میں تیری سمت پلٹ آؤں گا کبھی لیکن
 مری زمیں میرے قدموں کو مت بھلا دینا

London

7May, 2006





جب بھی فکرِ معاش میں نکلا
جیسے تیری تلاش میں نکلا

آخرِ شبِ وفا پہ اس کا بیاں
سارا غمِ حرفِ ”کاش“ میں نکلا

وہ تو لیلیٰ کے پاس تھا کب سے
دل نہ مجنوں کی لاش میں نکلا

مدعا جو زباں پہ آنہ سکا
سانس کے ارتعاش میں نکلا

سنگِ مرمر کا تھا بدن اس کا
کیا صنم تھا تراش میں نکلا



جینے کا بہانہ

دل کے ویران صنم خانے میں
 ایک تصویر بچا رکھی ہے
 اس بہانے سے ابھی تک ہم نے
 ہجر کی سولی اٹھا رکھی ہے
 جیسے تنہائی ابھی پینا ہے
 چند روز اور ابھی جینا ہے



جیون

ہم نے جذبوں کو زندگی جانا
 ایک احساس دل کے ہونے کا
 کہیں مٹنے، کہیں پہ رونے کا
 کبھی پانا
 کسی کو کھودینا
 پیار کرنے
 کسی پہ مرنے کا
 ہم نے دستور کو نہیں مانا
 سانس لینے
 رگوں میں خوں چلنے
 دل دھڑکنے
 پلک جھپکنے کو
 زندگی کی دلیل کم مانا
 ہم نے جذبوں کو محترم جانا



وہ خط جو تو نے پھاڑ دیا

اگر وہ خط تو سنبھال لیتی
 جو میں نے تنہا اس راتوں میں
 پتے خوں اور جلنے اشکوں کی روشنائی سے
 اس یقیں سے رقم کئے تھے
 کہ ان کو پڑھ کر تو میرے جذبوں کے سچ اور
 میرے خیالوں کی داد دے گی
 اگر وہ خط تب سنبھال لیتی
 گزرتے لمحوں نے جو اڑانی تھی دھول
 اس کو تو وقت دیتی تو چھٹ ہی جاتی

وہ خوف و نفرت کی خاک چھٹنے کے بعد اک دن
 مرے خطوں کو اگر تو پڑھتی
 تو عین ممکن ہے تیرے دل میں محبتوں کے گلاب کھلتے
 مگر وہ خط تو نے پھاڑ پھینکے
 خدا ہے شاہد بہت کڑا تھا وہ وقت لیکن
 گزرتے لمحے بنے ہیں مرہم
 مرے لئے تو
 کبھی کبھی جو تیرے بارے میں سوچتا ہوں میں
 عجب گماں دل کو گھیر لیتے ہیں
 یہ بھی ممکن ہے جان میری
 تو عمر ساری نہ جان پائے گی پیار کیا ہے
 اگر وہ خط تو سنبھال لیتی
 تو شاید
 اب تک تو جان جاتی کہ پیار کیا ہے



ضدّی

ہے چارہ گر کی بھی بات برحق
 جو اس تیقن سے کہہ رہا ہے
 میں جس کورستوں میں ڈھونڈتا ہوں
 وہ اپنا رستہ بدل چکا ہے
 وہ شخص میرا نہیں رہا ہے
 میں مانتا ہوں تمام باتیں
 مگر یہ دل بھی عجیب شے ہے
 جو جانتا ہے حقیقتوں کو
 مگر بضد ہے
 سنہرے خوابوں کو پوجتا ہے
 چھڑنے والوں کو ڈھونڈتا ہے



یہ کونسا مقام ہے؟

کہاں میں آ گیا ہوں
 کچھ بھی پہچانا نہیں جاتا
 کوئی رشتہ، کوئی ناٹھ
 میرے ماضی کا میرے آج سے بن ہی نہیں پاتا
 میں پہلے خواب میں تھا؟
 یا کہ اب کے خواب میں ہوں؟
 آنکھ سے جانا نہیں جاتا
 مکان و لامکان کا فرق پہچانا نہیں جاتا

محبت کے سفر میں یوں تو کتنے ہی جزیرے تھے
 جو دل کی آنکھ سے دیکھے
 فراقِ یار میں لیکن
 یہ کیفیت انوکھی ہے
 کسی کی کھوج میں تھا
 اب مگر خود کو نہیں پاتا
 کہاں میں آ گیا ہوں؟
 کچھ بھی پہچانا نہیں جاتا



خواب اور خواہش

جن کو فرصت کبھی نہیں ملتی
 چند گھڑیاں ہماری قربت میں
 مسکرا کر گزار سکنے کی
 اپنا عالم ہے ان کی چاہت میں
 خواب میں دیکھنے کی حسرت میں
 کل بہت دیر تک ہی سوئے رہے



کوئی نہیں پانی کا رہبر

ساون کی پہلی بارش میں

پانی آئے

پانی جائے

اپنے رستے آپ بنائے

ہم سے یہ گتھی کب سلجھے

کون ہے جو بہتے پانی کو

سب رستے سمجھائے



سکون

سکون بانٹنا
 سب بے سکون لوگوں میں
 خیال اچھا ہے لیکن
 ذرا سی مشکل ہے
 جو چیز پاس نہ ہو کیسے بانٹ سکتے ہیں؟



محبت چھوگئی دل کو

پرندوں کے حسیں نغموں کی لوچن
 بڑھتی جاتی ہے
 مہک ایسی کہاں ہوتی تھی پھولوں میں کبھی پہلے
 زمیں کے رنگ اجلے لگ رہے ہیں
 اس لئے شاید
 کہ ساون رت میں سارے داغ دھبے
 دھل ہی جاتے ہیں
 مگر یوں زندگی سے پیار پہلے تو کبھی کب تھا
 طبیعت میں عجب مستی ہے
 دنیا اچھی لگتی ہے
 ہمارے ہر طرف یہ اجنبی خوشبو جو پھیلی ہے
 تو لگتا ہے
 محبت چھوگئی دل کو
 محبت ہوگئی جاناں!





ایک لمحہ چین جی پاتا نہیں
بے گھری کا خوف کیوں جاتا نہیں

نفرتوں کا راجہ ہے اس شہر میں
پیار کا موسم یہاں آتا نہیں

ہم فراقِ یار میں بے حال ہیں
مشکلوں سے جی تو گھبراتا نہیں

ایک چہرہ ایسا چھایا ذہن پر
من کو کوئی دوسرا بھاتا نہیں

آزمائشِ صبر کی باقی مگر
ضبط کا دل حوصلہ پاتا نہیں



محبت خواب بُنتی ہے

زمانہ اس لئے شاید
 محبت کرنے والوں سے
 ہمیشہ جلتا رہتا ہے
 کہ چاہت میں بسے چہرے
 سدا شاداب رہتے ہیں
 محبت خواب دیتی ہے
 جو جیون کو بھٹاتے ہیں
 محبت شاد رکھتی ہے
 یہ دل آباد رکھتی ہے



سالِ نو

پہچو سال ہم سے جدا ہوا
 بڑی مشکلوں سے ہی طے کیا
 رہا پچھلے درد کا تذکرہ
 کئی غم تھے جن کا جنم ہوا
 ہوں کھڑا میں تنہا یہ سوچتا
 ہیں یہ آخری شبیں سال کی
 نئے آنے والے برس میں کیا
 جو گئی رتوں میں جدا ہوا
 وہ خوشی کا لمحہ بھی آئے گا
 یا کہ سالِ نو بھی اسی طرح
 دکھی دل کا کرب بڑھائے گا





بہت ہم کو ستاتا ہے
وہ جب بھی یاد آتا ہے

بدل جاتا ہے موسم بھی
وہ جب بھی مسکراتا ہے

اگر وہ کھول دے زلفیں
اندھیرا پھیل جاتا ہے

پرنڈے اس سے جلتے ہیں
کچھ ایسے گیت گاتا ہے

بہت ہوں گے پری چہرہ
وہی بس دل کو بھاتا ہے

اسی کا ذکر ہے ہر دم
ہمیں جو بھول جاتا ہے

جسے ہم پیار کرتے ہیں
وہی اکثر رُلاتا ہے



دشتِ سُخُن

شاعری

میرے لئے

تاریخ میں رقم ہونے کی تمنا ہے

اور نہ خواہش ہے ایسی شہرت کی

جو میرے بعد بھی زندہ و تابندہ رہے

شاعری

غم سے بھری دنیا میں

ایک خواہش ہے نئی دنیا کی

ایک کوشش ہے نفرتوں کے خلاف

شعر ایک آرزو ہے جینے کی

ایک چاہت ہے زندگی کے لئے



وقت مرہم نہیں ہر کسی درد کا

تو پاس تھا بھی اگر
 پھر بھی رہا کرتا تھا
 دل میں اکثر
 تجھ سے مچھڑنے کا خیال
 اور تیرے جانے کا سوال
 حادثہ جب یہ ہوا
 ذہن میں امکان تو تھا
 باوجود اس کے مگر
 دل سے نہیں جاتا ہے
 ایک لمحے کے لئے بھی
 تیرے جانے کا ملال



دل اب بھی دھڑکتا ہے

کیا پوچھتے ہو دل کی
 ویران ہے
 تنہا بھی
 لیکن کسی محفل میں
 وہ ذکر کرے تیرا
 پھر ایسے مچلتا ہے
 قابو ہی نہیں رہتا
 دھڑکن کی بغاوت پر
 جینے کی تمنا سے
 دل اب بھی نہیں خالی
 دل اب بھی دھڑکتا ہے
 دل اب بھی مچلتا ہے



سلام

نبی ﷺ کا سخن چھوڑ کر
 جو کر بلا میں جا بے
 جو سطوتِ یزید سے بے خانماں نہیں دے
 وہ جز اتوں کے نامہ پر
 انہیں مرا سلام ہو
 کمال ان کا حوصلہ
 وفا سے جو جڑے رہے
 مثال ان کا صبر تھا وہ جن کے بازو کٹ گئے
 وہ روشنی کے ہم سفر
 انہیں مرا سلام ہو
 وہ جن کا پانی بند تھا

وہ جن کے خمیے جل گئے
 ہیں وہ جمالِ زندگی جو موت سے نہیں مٹے
 ہے جن سے دینِ معتبر
 انہیں مرا سلام ہو
 تھا انقلاب کی بنا
 حسینؑ کا وہ کارواں
 وہ جن لبوں سے حرفِ حق نہ موت سے بھی چھن سکے
 وہ نیزوں کی انی پہ سر
 انہیں مرا سلام ہو
 انہیں مرا سلام ہو



چلو اقرار کرتے

انتساب

منویہائی

کے نامر!

حسن اور حکومت سے کون جیت سکتا ہے
یہ بتاؤ دونوں کی عمر کتنی ہوتی ہے؟

ترتیب

احمد ندیم قاسمی حرفِ آغاز
اسلم کولسری کومل جذبوں کا شاعر

غزلیں / نظمیں

- ۱۲ ہزار اس دل کو سمجھایا اداسی کمر نہیں ہوتی ❁
- ۱۳ دریا میں بہنوز کس کو مٹانے کے لیے ہے ❁
- ۱۴ اسے بھی پیاز تھا شاید ❁
- ۱۵ ہوا کی دستک ❁
- ۱۶ پرندے شام کو یوں سو گواز کرتے ہیں ❁
- ۱۸ پیاز کا پہلا خط ❁
- ۲۰ وہ میری روح میں کچھ اس طرح سما یا ہے ❁
- ۲۱ اتنے مظلوموں کا خون روز بھار ہوتا ہے ❁
- ۲۲ سویٹ ہارٹ Sweet Heart ❁
- ۲۳ ہمیشہ پیاز کرنے کا چلو اقرار کرتے ہیں ❁
- ۲۵ تمہیں بھی یاد ہو شاید ❁
- ۲۷ بہت ہی یاد آتے ہو ❁
- ۲۸ قطعہ ❁
- ۲۹ ذرا اک بار مسکا دو بڑی گھری اداسی ہے ❁
- ۳۱ کیا بھی پیاز ہے ❁
- ۳۲ ہجومِ شہر سے کٹ سا گیا ہوں ❁
- ۳۳ تمر نے چاہا ہے فاصلہ رکھنا ❁
- ۳۴ دہند ❁
- ۳۵ حالِ دل ❁

- ۳۶ ختم ہی نہیں ہوتا سلسلہ عذابوں کا ❀
- ۳۷ بے مثال ❀
- ۳۸ مجھے خوف سے جوڑھائی دے ❀
- ۳۹ ویلنٹائن ڈے Valintine` s Day ❀
- ۴۱ تیری صورت سے جو ملتی کوئی صورت دیکھوں ❀
- ۴۲ مجھے جینے کے معنی دے گیا وہ ❀
- ۴۳ شاعری ❀
- ۴۴ ماں ❀
- ۴۵ چاندنی ❀
- ۴۶ خوابوں کو میرے گھر کا پتا کون دے گیا ❀
- ۴۷ کون جانے ❀
- ۴۸ گزارش ❀
- ۴۹ سنو میں مسکرانا چاہتا ہوں ❀
- ۵۰ ہے مجھے عشق کون کہتا ہے ❀
- ۵۱ خوشیاں ❀
- ۵۲ دیوانہ ❀
- ۵۴ چراغ محفل جلانے دیکھنا ❀
- ۵۶ یہ زندگی بھی عجب بلا ہے ❀
- ۵۷ وہ کیا تھا ور کیسا ہو گیا ہے ❀
- ۵۸ چاندنی رات کا آخری پھر ❀
- ۵۹ چلو ماضی میں چلتے ہیں ❀
- ۶۰ کوئی تو خوابوں میں آنا چاہیے ❀
- ۶۲ مسافت ❀

- ۶۳ ایسی بھی کیا جلدی تھی ❀
- ۶۴ دن میں جو بنائے وہ شام تک نہ درلا پائے ❀
- ۶۵ بغاوت ❀
- ۶۶ آنکھوں کو پانیوں نے سمندر بنا لیا ❀
- ۶۷ چشمِ آہو ❀
- ۶۸ روشنی کی سرحد ❀
- ۶۹ خوابوں کا شہر ❀
- ۷۰ تمہاری آنکھیں ❀
- ۷۱ تجھ سے بچھڑے اک زمانہ ہو گیا ❀
- ۷۲ بساط ❀
- ۷۳ اک نظم بھیگی بھیگی سی ❀
- ۷۴ دل میرا دھڑکتا ہے ❀
- ۷۵ سمے کی ذیل ❀
- ۷۶ شرارتی بوندیں ❀
- ۷۷ ذرا کھشش ❀
- ۷۸ تم شاعر کا خواب ہو ❀
- ۷۹ غم نہ کر ❀
- ۸۰ پاندھیا ❀
- ۸۲ آبلہ پا ❀
- ۸۳ رنگین دنیا ❀
- ۸۵ ایک الجھن ❀
- ۸۶ یہ گھاؤ نیا ہے ❀
- ۸۷ اسے کیا کہو گے؟ ❀

۸۸	یہ دل ہی تھا جو سپنہ دیکھتا ہے	✽
۹۰	یہ کرنا آخری احسان	✽
۹۱	سراب	✽
۹۲	آج یوں لگا جیسے	✽
۹۳	چراغ صحرا	✽
۹۴	مجھے کوئی دلا سہ دے	✽
۹۵	آج پھر	✽
۹۶	ہجرت	✽
۸۷	احساس	✽
۹۸	اڑن کھٹولا	✽
۹۹	شبِ ہجرت	✽
۱۰۰	فردیات	✽

حرفِ آغاز

عامر بن علی کے کلام کے مطالعے سے مجھے پہلا تاثر یہ حاصل ہوا کہ وہ نظم کے ہونہار شاعر ہیں۔ ان کی غزلوں میں ان کی ذہانت اور حساسیت جگہ جگہ نمایاں ہے مگر ان کا حقیقی تخلیقی جوہر ان کی نظموں میں اظہار پاتا ہے۔ بہر حال وہ جدید ترنسٹل کے نمائندہ شاعر ہیں اور ان کے کلام میں امکانات کے آفاق خاصے وسیع ہیں۔ چنانچہ ان کا مستقبل روشن ہے۔

احمد ندیم قاسمی

کومل جذبوں کا شاعر

"چلو اقرار کرتے ہیں" عامر بن علی کا تیسرا مجموعہ کلام ہے۔ اس سے قبل اس کے دو شعری مجموعے "یاد نہ آئے کوئی" اور "سرگوشیاں" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔

عہد حاضر میں شاعری کے کئی دھارے ایک دوسرے سے ہٹ کر اور ایک دوسرے کو چھوتے ہوئے اپنے آپ میں لگن اور اپنی اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ کہیں جذبوں کی فراوانی ہے تو کہیں لفظوں کی شعبدہ بازی، کہیں فکری تلخیاں ہیں تو کہیں تمناؤں کی تمازت، کہیں شوریدہ خیالی ہے تو کہیں احتیاط کی نادیدہ بازوئیں، کہیں سیاست کی تپش ہے تو کہیں محبت کی کولتا، کہیں شہرت کی تڑپ ہے تو کہیں گمنامی کا نشہ اور کہیں بہت کچھ تو کہیں کچھ بھی نہیں۔ ایسے میں عامر بن علی کومل، معصوم اور سچے جذبوں کو سادگی اور سلاست کے ساتھ شعری پیکر عطا کرنے کے خوابیدہ عمل میں سرشار ہیں۔ ان کی شاعری میں ایک خاص قسم کی لطافت اور نغمگی ہے جو قاری یا سامع کے دل و دماغ پر پھوار کی طرح برستی ہے اور پھر دھیمے دھیمے انداز میں سلگتی چلی جاتی ہے۔ ایسی شاعری ہنگامہ برپا کرتی ہے نہ شور کی کیفیت سے دوچار کرتی ہے بلکہ تنہائی کے عالم میں یا اداسی کی کیفیت میں ہر طرف ٹھنڈی ٹھنڈی روشنی پیدا کرنے والے جگنو سے بکھیرتی چلی جاتی ہے اور یہی وہ شاعری ہے جو دھیرے دھیرے احساس اور وجدان کو اپنی گرفت

میں لیتی ہے اور پھر دیر تک مسحور کیے رکھتی ہے۔ ان کی غزل ہو یا نظم، اسی ترنم اور تازگی سے لبریز ہے۔ ان کی غزلوں کے کچھ اشعار دیکھئے:

تہائی کی راتوں میں اک چاند بگھلتا ہے
اجڑے ہوئے صحرا میں خیمہ کوئی جلتا ہے

ہم اپنے صحن کے پھولوں کو مرجھانے نہیں دیں گے
خزاں کو قید کرنے کا چلو اقرار کرتے ہیں

میرے دل کے ٹکڑوں پر تم اداس مت ہونا
کانچ کے کھلونوں کی عمر کتنی ہوتی ہے

کھو گئی آنکھوں سے وہ تصویر کیا
آنسوؤں کا آنا جانا ہو گیا

دکھ بھی ہیں دنیا کا حصہ مان لو
زندگی کو مسکرانا چاہیے

بہت مشکل سہی حالات لیکن
تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں

ان کی ایک نظم "مسافت" ملاحظہ فرمائیے۔

یہ اس سے کہنا
کہ میرے حصے کا
کوئی جگنو کوئی ستارہ

جو ہو سکے تو بچا کے رکھنا
 اگر چہ راہیں بہت کٹھن ہیں
 کہ چاندرا تیں بھی جا چکی ہیں
 مگر مجھے تو ہے چلتے رہنا
 اگر ملے وہ تو اس سے کہنا
 جو تیری چاہت کا دم بھرا ہے
 اب آئی جائے گا درد سہنا
 اور یہاں میں ایک دوسری نظم لکھے یا پڑھے بغیر بھی نہیں رہ سکتا جس کا عنوان "سوئیٹ

ہارٹ" ہے۔

جب درد کی بارش تھم جائے
 اور وقت کی دھڑکن جم جائے
 پھر سوئے زخم جگا جانا
 تم آ جانا
 یاد رہے تمہارے بھی کوئی غم
 کا ندھوں پہ اٹھائے تنہائی
 آواز لگائے دستک دے
 تو بالکل بھی نہیں گھیرانا
 تم آ جانا
 کوئی اپنے خوف گنوا جانا
 کچھ میرے درد بڑھا جانا
 تم آ جانا.....!

جیسا کہ میں نے عرض کیا عامر بن علی کی شاعری کو مل جذبوں کے سادہ اظہار سے عبارت ہے مگر ایسا نہیں ہے کہ انہوں نے باقی سب کھڑکیاں بند کر رکھی ہیں۔ وہ کبھی کبھی باہر بھی جھانکتے ہیں۔ کڑھتے ہیں اور

کہیں کہیں ایسا شعر بھی ان کے قلم سے چھلک جاتا ہے جو دنیا اور اہل دنیا پر ایک درد مند تبصرے کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاہم ایسی صورت میں بھی ایک دبی دبی سسکی کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ دل خراش چیخ کی نہیں۔

عدل پرور بجا ہے عدل تیرا
کیوں یہ گلیوں میں خون بہتا ہے

حسن اور حکومت سے کون جیت سکتا ہے
یہ بناؤ دونوں کی عمر کتنی ہوتی ہے

بہر حال ان کا مجموعی رنگ محبت، نرمی اور ترنم مگر شرمیلے پن سے اظہار ہی کا ہے جو قاری کو ایک خاص قسم کے لطف اور سرور سے آشنا کرتا ہے۔
میں عام بن علی کے تیسرے مجموعہء کلام کی اشاعت پر انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ شاعری کی یہ رم جھم جاری رہے گی۔

اسلم کولسری



ہزار اس دل کو سمجھایا اداسی کم نہیں ہوتی
غموں کا ساتھ ہے سایہ اداسی کم نہیں ہوتی

کبھی صبحوں نے بھولے سے اگر کوئی خوشی دے دی
بہت شاموں نے تڑپایا اداسی کم نہیں ہوتی

شکستہ ہی سہی دامن میں ننھی سی خوشی تو ہو
جب آنسو ہی ہوں سرمایہ اداسی کم نہیں ہوتی

مرے پہلو میں لاکھوں غم بھی اکثر سوئے رہتے تھے
یہ کیسا سانحہ آیا اداسی کم نہیں ہوتی

مجھے اظہار کی صورت عطا کر دے کوئی مولا
نہ ہو گرچہ لبِ گویا اداسی کم نہیں ہوتی





دریا میں بھنور کس کو مٹانے کے لیے ہے
کیا دل یہ مرا غم ہی اٹھانے کے لیے ہے

تنہائی کا دن میرے لئے حشر کا دن ہے
اور شام تو وحشی کو رلانے کے لیے ہے

تم ہجر کے داغوں کو ہنسی میں نہ چھپاؤ
الفت کا تو ہر زخم سجانے کے لیے ہے

شہروں کی حقیقت تو بہت تلخ ہے جاناں
صحرا کا سفر خواب بچانے کے لیے ہے

خوشیوں کے مناظر تو کہیں کھو گئے عامر
اب آنکھ فقط اشک بہانے کے لیے ہے



اسے بھی پیار تھا شاید

مجھے جب بھی تری
 یادوں کی پیاری وادیوں میں
 سیر کرتے
 کچھ تری باتوں کو سن کر
 یہ خیال آیا
 کہ شاید بے وفا تھی تو.....؟
 تو میرے دل نے فوراً
 تیرے حق میں ہی گواہی دی
 کہ تو نے مجھ کو چاہا ہے
 ہمیشہ سے
 تو اب بھی پیار کرتی ہے
 مگر گھر کی روایت تو
 تجھے مجھ سے
 اور اپنی ذات سے بھی
 زیادہ پیاری تھی



ہوا کی دستک

اندھیری شب ہے
 اکیلا گھر ہے
 بجھے ہوئے ہیں چراغ سارے
 جو راہ چلتی ہوا سے گھر کے
 کھلے کواڑوں کی سرسراہٹ سی
 دستکیں دے رہی ہے اپنی سماعتوں پر
 تو یوں لگے ہے
 کہ جیسے میری اداس شب میں
 اکیلا گھر کا خیال کر کے
 تم آگئے ہو
 کھلے دروں پر ہوا کی دستک
 مگر لگے ہے
 کہ جیسے تم ہو





پرندے شام کو یوں سوگوار کرتے ہیں
خزاں کی قید میں ذکرِ بہار کرتے ہیں

وہ بے قصور ہیں فطرت میں بے وفائی ہے
وہ گرچہ عہدِ وفا بار بار کرتے ہیں

گلہ ہے جو بھی وہ اہل حکم کی ذات سے ہے
ہم اپنی دھرتی پہ تو جاں نثار کرتے ہیں

بھلا بھی سکتے ہیں یادوں پہ اختیار تو ہے
 پہ کیا کریں کہ جو خوابوں میں وار کرتے ہیں

زمانے بھر کی دلیلوں کو جھوٹ کہتے ہیں
 کہ ان کی باتوں پہ ہم اعتبار کرتے ہیں

بھٹک رہے ہیں اندھیروں میں ہم وطن کب سے
 کسی سحر کا ابھی انتظار کرتے ہیں



پیار کا پہلا خط

ڈر لگتا ہے
 جانے کیوں ایسا ہوتا ہے
 جیسے جسم کے ہر حصے میں
 دل رکھا ہے
 اور اس دل کی دھڑکن سے بھی
 جی ڈرتا ہے
 خط کا پہلا حرف لکھا ہے
 اور اس حرف کو لکھنے میں بھی
 کئی گھنٹوں کا وقت لگا ہے

پیار کا پہلا خط لکھنا ہے
 جی ڈرتا ہے
 خط کو پا کر
 کیا جانے وہ کیا سوچے گا؟
 کیا لکھے گا.....؟
 ڈر لگتا ہے
 اس کو تو ہر حال میں شاید
 ہاں کہنا ہے.....؟
 ڈر لگتا ہے





وہ میری روح میں کچھ اس طرح سمایا ہے
مرا وجود بھی لگتا ہے اس کا سایا ہے

یہ نیند آئی ہے یادیں ہیں یا ہے تنہائی
سنو یہ آخرِ شب کون در پہ آیا ہے

ہے اس کے پاؤں میں زنجیر میری آنکھ میں عشق
یہ وقت نے ہمیں کس موڑ پہ ملایا ہے

وہ جس کی آہ نے صدیاں اداس کر ڈالیں
یہ کس دعا کا اثر ہے وہ مسکرایا ہے

ملی ہے رات کی تنہائی دن کی بے چینی
صلہ وفا کا عجب اس نگر میں پایا ہے





اتنے مظلوموں کا خوں روزیہاں ہوتا ہے
اب تو شہروں پہ بھی مقتل کا گماں ہوتا ہے

ہر عدالت میں ہے بازار سا ماحول پنا
ایسے ماحول میں انصاف کہاں ہوتا ہے

کس اداسی کا سماں ہے مرے چاروں جانب
ٹیس اٹھتی ہے وہیں زخم جہاں ہوتا ہے

ہر قدم ہجر کے آثار نظر آتے ہیں
ہر پڑاؤ پہ مرے گھر کا سماں ہوتا ہے

ہم نہیں چاہتے یہ پھر بھی بدل جاتی ہے
زندگی جیسے کرائے کا مکاں ہوتا ہے



سویت ہارٹ

جب درد کی بارش تھم جائے
اور وقت کی دھڑکن جم جائے
پھر سوئے زخم جگا جانا

تم آ جانا

یاد رہے تمہارے بھی کوئی غم
کاندھوں پہ اٹھائے تنہائی
آواز لگائے دستک دے

تو بالکل بھی نہیں گھبرانا

تم آ جانا

کوئی اپنے خوف گنوا جانا
کچھ میرے درد بڑھا جانا

تم آ جانا.....!





ہمیشہ پیار کرنے کا چلو اقرار کرتے ہیں
اکٹھے جینے مرنے کا چلو اقرار کرتے ہیں

سفر کیسا بھی ہو بانہوں میں بانہیں ڈال کر کاٹیں
ہمیشہ ساتھ چلنے کا چلو اقرار کرتے ہیں

محبت میں ملے صدمے تو اپنے دل پہ جھیلیں گے
کسی سے کچھ نہ کہنے کا چلو اقرار کرتے ہیں

زمانہ تو ہمیشہ سے ہی دشمن ہے محبت کا
زمانے کو بدلنے کا چلو اقرار کرتے ہیں

تمہارا میرا رستہ روکنے پر بت بھی آجائیں
پہاڑوں سے الجھنے کا چلو اقرار کرتے ہیں

نگروالے اگر ہم کو جگہ کوئی نہیں دیں گے
تو پھر جنگل میں بسنے کا چلو اقرار کرتے ہیں

ہم اپنے صحن کے پھولوں کو مرجھانے نہیں دیں گے
خزاں کو قید کرنے کا چلو اقرار کرتے ہیں



تمہیں بھی یاد ہو شاید

تمہیں بھی یاد ہو شاید
 وہ ساون کا کوئی دن تھا
 بڑی ٹھنڈی ہوا میں
 کانچ سی بوندیں
 بڑی نرم و ملائم
 پھول کی ست رنگ شاخوں سے
 بڑے ہی پیار سے مل کر
 کوئی مہر و وفا کا گیت بننے کی لگن میں تھیں
 کہ جب تم سامنے میرے
 بسنتی رنگ کی چہری لیے
 سرسوں کے جوڑے میں

بدن اپنا سمیٹے
 داہنی کونے میں صوفے کے
 ذرا شرمائی سی
 تم مسکرا کے کہہ رہی تھی
 آپ کیسے ہیں.....؟
 بظاہر کتنی سادہ
 عام سی باتیں ہیں پردے کی کھو
 مجھے تو یاد ہیں ساری
 تمہیں بھی یاد ہو شاید.....؟
 یہ ممکن ہے کہ تم نے
 وقت کی رفتار میں کھو کر
 بھلا دی ہوں سبھی باتیں
 تمہیں شاید نہ ہوں وہ یاد
 مجھ کو یاد ہے اب تک
 تمہیں بھی یاد ہو شاید.....؟



بہت ہی یاد آتے ہو

سنا ہے وقت مرہم ہے
 زمانے بھر کے زخموں کا
 سواک دن بھر ہی جائیں گے
 جو گھاؤ چھوڑے جاتے ہو
 مگر جب بھی کوئی صدمہ
 کہیں سے بھی ملے مجھ کو
 غموں کی سب رتوں میں تم
 بہت ہی یاد آتے ہو

(Cafe Givena-Tacna, Peru)



قطعه

بے مزہ سب کی بات لگتی ہے
 دن میں بھی مجھ کو رات لگتی ہے
 میری تکمیل تم سے تھی شاید
 نا مکمل سی ذات لگتی ہے





ذرا اک بار مسکا دو بڑی گہری اداسی ہے
ہمارے دل کو بہلا دو بڑی گہری اداسی ہے

پرانے گھاؤ سارے درد سے مانوس لگتے ہیں
نیا اک زخم گہرا دو بڑی گہری اداسی ہے

اکیلے پن نے اپنی ساری خوشیاں چھین رکھی ہیں
کبھی شانوں کو سہلا دو بڑی گہری اداسی ہے

تمہارا عکس یادوں میں کہیں دھندلا نہ ہو جائے
کسی دن خواب مہکا دو بڑی گہری اداسی ہے

خزاں چہرہ گھٹاؤں کو ترستا ہے کبھی اس پر
گھنی زلفوں کو نکھرا دو بڑی گہری اداسی ہے

جو پچھلے سال خط کے ساتھ بھیجا تھا اسی جیسا
کوئی تحفہ انوکھا دو بڑی گہری اداسی ہے



کیا یہی پیار ہے

وقت کتنا گزر گیا جاناں
 تیری زلفوں کی چھاؤں کو چھوٹے
 ہاں مگر پھر بھی بے خیالی میں
 جب کبھی تیرا نام لکھتا ہوں
 انگلیاں کانپ کانپ جاتی ہیں





ہجوم شہر سے کٹ سا گیا ہوں
میں دنیا سے بہت اکتا گیا ہوں

کئی ہمراہ تھے راہِ وفا میں
سرِ مقتل مگر تنہا گیا ہوں

نہیں دل کے سوا مانی کسی کی
سبھی سے مشورہ کرتا گیا ہوں

کٹھن راہوں سے تو ڈرتا نہیں تھا
اندھیری رات سے گھبرا گیا ہوں

قسم جو تو نے دی تھی توڑ ڈالی
انہی راہوں پہوا پس آ گیا ہوں





تم نے چاہا ہے فاصلہ رکھنا
مجھ سے یادوں میں رابطہ رکھنا

پیار کر لیں تو آہی جاتا ہے
درد سہنے کا حوصلہ رکھنا

شہر کی بھیڑ میں نہ کھو جانا
اپنے گاؤں سے رابطہ رکھنا

جانے والوں کی راہ مت روکو
پھر نہ دل میں کوئی گلہ رکھنا

کوئی تاریکیوں سے آئے گا
تم بھی کوئی دیا جلا رکھنا



دُھند

بہت یاد آرہے ہو
 رات کے ان آخری لمحوں میں
 جب اس دھند نے
 یکسر اندھیری رات کے دامن میں
 سارا شہر ہی دھندلا دیا ہے
 اور نئے دن پر بھی اس کا خوف طاری
 مگر اس دھند منظر نے
 مرے دل میں کئی برسوں سے اک ٹھہری ہوئی
 دھندلی سی صورت کو
 دوبارہ تازگی دی ہے



حالِ دل

تنہائی کا مجمع سینے میں
 خاموشی درکھٹکاتی ہے
 بے چینی بڑھتی جاتی ہے
 اشکوں کا لشکر آنکھوں سے
 اترتا ہے بغاوت پر پھر سے
 پلکوں کے بندھن ٹوٹ گئے
 تو کون سنبھالے گا ان کو
 ہے کون کہے جو صبر کرو
 آواز لگائے خاموشی
 کچھ لطف نہیں اب چینے میں
 تنہائی کا مجمع سینے میں

(Iquique-Dec, 2000)





ختم ہی نہیں ہوتا سلسلہ عذابوں کا
یہ ہی لطف ہے ہمدم پیار کے نصابوں کا

اس طرف سے آتی ہیں تیری یاد کی گونجیں
بے سبب نہیں جاناں مشغلہ کتابوں کا

جو خزاں نے ڈھائے تھے وہ ستم نہیں بھولے
ورنہ آج گلشن میں راج ہے گلابوں کا

زخمِ دل چھپا کر بھی کس طرح گنیں ہمدم
پیار میں نہیں ہوتا ضابطہ حسابوں کا

میرے دیس کی حالت کیوں نہیں بدل پاتی
روز خون ہوتا ہے بے حساب خوابوں کا



بے مثال

بہت دنوں سے تلاش میں ہوں
 کہ تیری آنکھوں سے ملتی جلتی
 کچھ ایسی شے اپنی زندگی میں
 کہیں کبھی کوئی میں نے دیکھی
 یا پھر کسی سے سُنی

پڑھی ہو

جو تیری آنکھوں سے میل کھاتی
 مثال جس کو بنا سکوں میں

بہت دنوں سے میں سوچ میں ہوں

مگر یہ ہر بار سوچنے کا

یہی نتیجہ نکل رہا ہے

کہ اس پرانی غریب دنیا میں

تیری آنکھوں سے ملتی جلتی ہیں

فقط ہیں صرف تیری حسین آنکھیں





مجھے خوف سے جو رہائی دے
کوئی ایسا چہرہ دکھائی دے

ہے تلاش ایسے وجود کی
مجھے روح تک جو رسائی دے

وہ جو مدتوں سے ملا نہیں
وہی دھڑکنوں میں سنائی دے

میں پیا کے بدلے نہ کچھ بھی لوں
بھلے یہ زمانہ خدائی دے

یہ عجب اصول زمین کا
جو ملے وہ مل کے جدائی دے



ویلنٹائن ڈے

سبب ہو جو بھی
 جدائیوں کا
 مگر جو دنیا
 محبتوں کے گلاب لے کر
 وفا کی تجدید کر رہی ہے
 میں سرد ہاتھوں میں پھول لے کر
 اک اجنبی اور اداس رستے
 پہ چپ کھڑا ہوں
 کہ آج شاید

تم آہی جاؤ
 یہ خوف بھی دل میں جل رہا ہے
 کہ عین ممکن ہے
 اب کے یہ دن
 بہت سے برسوں سے مختلف ہوں
 یہ پھول اپنی تمام خوشبو
 حسین صورت کا ناز لے کر
 تمہارے ہاتھوں کی سوندھی خوشبو
 نہ پاسکیں گے

(14Feb2001)





تیری صورت سے جو ملتی کوئی صورت دیکھوں
پھر پری خانہء دل میں وہی صورت دیکھوں

وقت کے ساتھ تقاضے بھی بدل جاتے ہیں
ہاں مگر من کی وہی فرد ضرورت دیکھوں

بس اسی آس پہ رکھتا ہوں نظر د نیا پر
جی بہل جانے کی شاید کوئی صورت دیکھوں

(لندن دسمبر ۲۰۰۰)





مجھے جینے کے معنی دے گیا وہ
عجب اپنی نشانی دے گیا وہ

مری سوچوں کے ٹھہرے پانیوں کو
نئے ڈھب کی روانی دے گیا وہ

جھڑے یادوں کے سوکھے جنگلوں کو
گھٹا بن کر جوانی دے گیا وہ

رہوں گا اب صدا حرفوں میں زندہ
کچھ ایسے جادوانی دے گیا وہ

بچھڑنا طے تھا لیکن یوں ہوا پھر
مری آنکھوں میں پانی دے گیا وہ

(۱۳ اگست ۲۰۰۱ء)



شاعری

کوئی ستارہ جو حرف بن کر
 کچھ ایسے اترے دبیز کاغذ پہ
 اور چمکے چراغ بن کر
 تو پچھلی راتوں میں جگمگائے
 جو بھولے بھٹکوں کو رہ دکھائے
 نظر میں اترے تو روح میں بھی اتر ہی جائے
 اداس لوگوں کے دل کو بھائے
 تو پھر میں سمجھوں کہ شاعری ہے



ماں

چاند کا ٹکڑا
 دھوپ میں بادل
 جھیل کا پانی
 جون کی بارش
 صبح کا ترکا، شام کا کاجل
 مہک ز میں کی
 رات کی رانی
 گاتی کوئل
 نئی کہانی
 پچھی، جنگل، دولت، پیسہ
 کوئی نہیں جگ میں ماں جیسا

(فروری 2001)



چاندنی

جب چاند نکلتا ہے
اک درد سا اٹھتا ہے

بجھتی ہوئی آنکھوں میں
اک چہرہ ابھرتا ہے

بھولا ہوا ہر صدمہ
پھر تازہ سا لگتا ہے





خوابوں کو میرے گھر کا پتا کون دے گیا
ان آئینوں کو عکس مرا کون دے گیا

پھرتی ہے اس چمن میں ہوا اثر مساری
دست صبا کو رنگِ حنا کون دے گیا

ٹھہری تھی مشکلوں سے طبیعت ابھی ابھی
طوفانِ زندگی کو نیا کون دے گیا

دستک درِ شعور پہ پھر خواہشوں نے دی
بجھتی چتا کوتا زہ ہوا کون دے گیا



کون جانے.....؟

عجیب الجھن ہے

کیا بتاؤں

کہ کیسی گزری ہے زندگانی

اک ہمسفر کی

جو ساری خوشیاں زمانے بھر کی

سمیٹ کر بھی بہت تھی ناخوش



گزارش

مرے اس شہر کے اے باسیو!
 مجھ کو نہیں تم سے عداوت کوئی بھی لیکن
 تمہاری اپنی مرضی ہے
 بھلے جیسے بھی تم سوچو
 مگر اتنی گزارش ہے
 مرے سپنوں کو مت توڑو
 سنبھالو اپنی دنیا تم
 مجھے خوابوں میں رہنے دو





سنو میں مسکرانا چاہتا ہوں
غموں کو بھول جانا چاہتا ہوں

یہ دنیا تلخیوں سے بھر چکی ہے
نئی دنیا بسانا چاہتا ہوں

مری معصوم سی خواہش تو دیکھو
ترے خوابوں میں آنا چاہتا ہوں

بہت مشکل سہی حالات لیکن
تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں

اندھیرے کھائے جاتے ہیں نگر کو
دیا کوئی جلانا چاہتا ہوں

ابھی کچھ دیر میرے پاس بیٹھو
غزل تم کو سنانا چاہتا ہوں





ہے مجھے عشق، کون کہتا ہے
ایک چہرہ سا دل میں رہتا ہے

یاس تنہائی انتظار و فراق
ایک دل کتنے درد سہتا ہے

عدل پرور بجا ہے عدل ترا
کیوں یہ گلیوں میں خون بہتا ہے

میری ہر بھولنے کی کوشش میں
کیوں ترا انتظار رہتا ہے

اس جہاں میں نہیں ہے تجھ سا حسین
دلِ ناکردہ کار کہتا ہے



خوشیاں

سسے كے زرد پتوں سے
 جو پچھلی بار كی آندھی میں
 جیون پیڑ سے ٹوٹے تھے
 كچھ لمھے چرلائیں
 كه ان سو كھے ہوئے
 كچھ ادھ مڑے
 پتوں میں ہی یاد بہاراں ہے
 چمن میں دور تك
 حد گماں
 پت جھڑكا موسم ہے

(27 Dec 2002 Amsterdam-Holland)



دیوانہ

ہر شام ڈھلے اس ساحل پر
 کوئی اک پردیسی آتا ہے
 جو گم سم بیٹھا رہتا ہے
 یا لہریں گنتا جاتا ہے
 اور ٹیس سی پا کر سینے میں
 چند آنسو روز بہاتا ہے
 ویرانے ساتھ وہ لاتا ہے
 اور تنہائی لے جاتا ہے
 کوئی پوچھے اس پردیسی سے

کچھ بارے دل کی حالت کے
 کیوں پھول رتوں میں چھپ چھپ کے
 یہ موتی ریت ملاتا ہے
 کیوں دیر تک یہ ساحل پر
 یوں خالی ہاتھ ہلاتا ہے
 ہر شام ڈھلے اس ساحل پر
 جواک پر دیسی آتا ہے

(Gavancha beach-Chile)



چراغِ محفلِ جلائے رکھنا

مرے رفیقو!

مرے عزیزو!

تمہاری محفل کو چھوڑ کر میں

نہ جانے کتنے سمندروں کو عبور کر کے

اک اجنبی سے کسی جزیرے پہ آکھڑا ہوں

اگر یہاں سے کوئی پرندہ

تمہاری بستی کا رخ کرے تو

عجب نہیں ہے
 اڑان میں ہی
 جو اس کے پرتک بھی ٹوٹ جائیں
 اگرچہ سچ ہیں یہ ساری باتیں
 مگر یقین ہے مرا بھی پختہ
 چراغِ محفلِ جلائے رکھنا
 میں لوٹ آؤں گا ایک شب کو

(Feb2000, Tacna-Peru)





یہ زندگی بھی عجب بلا ہے
عجیب خوابوں کا سلسلہ ہے

کہاں سے آغاز و انتہا کیا
کوئی سرا کب ہمیں ملا ہے

طویل راتوں کا مشورہ سن
یقین نہ کر اس پہ، بے وفا ہے

کبھی کبھی تو لگے ہے ایسے
کہ زندگی کوئی اپسرا ہے

ہزار موسم لکھے ہیں اس کے
مگر یہ حرفوں سے ماورا ہے





وہ کیا تھا اور کیسا ہو گیا ہے
سنا ہے لوگوں جیسا ہو گیا ہے

سبھی گم ہو گئے ہیں اپنے اندر
زمانہ کب سے ایسا ہو گیا ہے

اسے مل کر نہ جانے کیوں لگا یوں
وہ شیشہ سنگ جیسا ہو گیا ہے

اندھیروں سے تو وحشت تھی سدا سے
اجالا کیوں یہ 'ویسا ہو گیا ہے

دوانے چھوڑ جائیں گے نگر کو
یہاں معیار پیسہ ہو گیا ہے



چاندنی رات کا آخری پہر

تارے سب سو گئے
 چاند بھی تھک گیا
 سوچتا ہوں کھڑا
 کیوں یہ تنہائیاں ہیں مقدر مرا
 رات خاموش ہے
 دل مگر دے صدا
 کیوں ہے تنہا کھڑا
 پھر سے ان کو بلا
 جن سے دل تھا ملا
 دل تو معصوم ہے
 اس کو کب ہے پتا
 کتنا مجبور ہے
 آندھیوں میں دیا



چلوں ماضی میں چلتے ہیں

ہمارا آج کیسا ہے؟
 کٹے گا گل کا دن کیسے؟
 لگے انبار ہیں ایسے
 زمانے بھر کی سوچوں کے
 چلو ماضی کے صحرا سے
 کچھ ایسے پل ہی جن لائیں
 کہ جن سے دل بہل جائے





کوئی تو خوابوں میں آنا چاہئے
 زندہ رہنے کا بہانہ چاہئے

چارہ گر کا مشورہ ہے پھر یہی
 تیرا غم اب بھول جانا چاہئے

جس کے دروازوں سے غم داخل نہ ہو
 کوئی گھر ایسا بنانا چاہئے

نفرتوں کی کھیتیاں ہیں چار سو
 پیار کا موسم بھی آنا چاہئے

دکھ بھی ہیں دنیا کا حصہ مان لو
زندگی کو مسکرانا چاہئے

اک محبت ہی تو اپنا جرم تھا
شہر والوں کو فسانہ چاہئے



مسافت

یہ اس سے کہنا
 کہ میرے حصے کا
 کوئی جگنو، کوئی ستارہ
 جو ہو سکے تو بچا کے رکھنا
 اگر چہ راہیں بہت کٹھن ہیں
 کہ چاندرا تیں بھی جا چکی ہیں
 مگر مجھے تو ہے چلتے رہنا
 اگر ملے وہ تو اس سے کہنا
 جو تیری چاہت کا دم بھرا ہے
 اب آہی جائے گا درد سہنا

(Sao Pavlo-Brazil)



ایسی بھی کیا جلدی تھی

ابھی تو سورج سر پہ کھڑا تھا
 جیون کو دو پہر لگی تھی
 شام تلک تو ساتھ نبھاتے
 ایسی بھی تمہیں کیا جلدی تھی
 بہت سی باتوں کا آغاز ابھی ہونا تھا
 اور ادھوری تھیں باقی بھی
 تشنہ رہ گئیں کتنی باتیں
 اور قطار کھڑی لفظوں کی

(قریبی دوست فاروق قریشی کی اچانک وفات پر لکھی گئی)





دن میں جو بنائے وہ شام تک نہ رہ پائے
ریت کے گھروندوں کی عمر کتنی ہوتی ہے

میرے دل کے ٹکڑوں پر تم اداس مت ہونا
کانچ کے کھلونوں کی عمر کتنی ہوتی ہے

حسن اور حکومت سے کون جیت سکتا ہے
یہ بتاؤ دونوں کی عمر کتنی ہوتی ہے؟



بغاوت

ترا لطف و کرم اتنا ہوا ہے
کوئی شکوہ نہیں باقی رہا ہے

مگر میں سوچتا ہوں آخر شب
مرے محسن یہ کیسا سانحہ ہے

ترے احساں کی زنجیروں میں جکڑا
مرے اندر کا باغی مر رہا ہے





آنکھوں کو پانیوں نے سمندر بنا لیا
جب چاہا آنسوؤں نے یہ طوفاں اٹھا لیا

آنے سے جس کے دل میں بہاروں کا در کھلا
جانے لگا وہ شخص تو جیون جلا لیا

ان کی جدائیوں میں بھی تنہا نہیں رہے
ہر دل جلے کو ہم نے بھی دل سے لگا لیا

یادوں سے ان کی اک نیا پیدا کیا جہاں
دنیا کی الجھنوں سے یوں پیچھا چھڑا لیا

عادت تھی شاید آپ کی ہر بات پر ہنسی
اور ہم نے اس ہنسی کا فسانہ بنا لیا



چشم آہو

اپنے مٹنے کا غم نہیں مجھ کو
 دکھ تو ہے ان حسین آنکھوں کا
 جن میں فردا کے خواب روشن تھے
 ایسے روشن کوئی دیا جیسے
 چاندنی رات کے حسین پل میں
 جھیل کے پانیوں پہ لرزاں ہوں
 اب مگر دور تک ہے ویرانی؟
 اپنے دیروز کی کہانی ہے



روشنی کی سرحد پر.....!

اک طرف اندھیرا ہے
 اک طرف اجالا سا
 زرد زرد رنگوں کا
 آسماں کے سینے پر
 دونوں وقت ملنے سے
 روشنی کی سرحد پر
 یوں گمان ہوتا ہے
 بعد ایک مدت کے
 منتوں دعاؤں سے
 وقت کے مقدر میں
 اب یہ گھڑیاں آئی ہیں
 روشنی کی سرحد پر
 کیوں گمان ہوتا ہے
 جیسے بعد مدت کے
 مل رہی ہو تم مجھ سے

(During Bangkok-Tokyo Flight)



خوابوں کا شہر

خواب میں تھے
 خواب سے جاگے ہیں جو
 درحقیقت!
 اب بھی ہیں وہ اک مسلسل خواب میں



تمہاری آنکھیں

ہر اک تصور
 اصول سارے
 بس ایک لمحہ
 بدل ہی دے گا
 جہاں کی آنکھوں میں دیکھ کر جو
 تمہاری آنکھوں کو دیکھ لے گا





تجھ سے پچھڑے اک زمانہ ہو گیا
غم سے اپنا دوستانہ ہو گیا

کتنی صدیوں سے ہوں میں تنہا کھڑا
وصل کا قصہ پرانا ہو گیا

کھو گئی آنکھوں سے وہ تصویر کیا!
آنسوؤں کا آنا جانا ہو گیا

تیرا مڑ کر مسکرا کے دیکھنا
یہ ترا شاعر دوانہ ہو گیا

پیار کی باتیں کوئی سنتا نہیں
کس قدر ظالم زمانہ ہو گیا



بساط

ہاں میں اتنا تو مان سکتا ہوں
 تجھ سے میں رابطہ نہ رکھوں گا
 تیری راہوں میں پھر نہ آؤں گا
 گرا چا نک تو مل بھی جائے کبھی
 اپنا رستہ بدل ہی جاؤں گا
 یا کسی اجنبی کی صورت میں
 تجھ سے نظریں نہیں ملاؤں گا
 بھول جانے کی کوئی بات نہ کر
 بھول جانا تو میرے بس میں نہیں
 تجھ پہ کوئی بھی حق نہیں میرا
 تیری یادوں پہ حق تو رکھتا ہوں



اک نظم بھیگی بھیگی سی

چھوڑ دو اس کو
 سب کہتے تھے
 مستقبل کی فکر کرو
 تھوڑا سا ہی وقت لگے گا
 آخر اسے بھلا دینے میں
 کتنے ساون بیت گئے ہیں
 ہم سے بچھڑے اس چنچل کو
 لیکن ہر ساون میں من میں
 اس دیوی کی چنچل مورت
 اور نکھر کے آجاتی ہے
 کتنے ساون اور لگیں گے
 اس چنچل کی پوجا کرتے
 مجھ کو تو کچھ ہوش نہیں
 تم ہی کہو اے چارہ گرد کچھ





دل میرا دھڑکتا ہے
یا درد مچلتا ہے

تنہائی کی راتوں میں
اک چاند پگھلتا ہے

جب ہاجر کا دن ہو تو
سورج بھی سلگتا ہے

اجڑے ہوئے صحرا میں
خیمہ کوئی جلتا ہے

دل مجھ کو بتا دے تو
کیوں ایسے دھڑکتا ہے



سمے کی ریل

وقت کو روک لو

اے مرے دوستو!

اپنے ماضی سے ورنہ بچھڑ جاؤں گا

اس کی رفتار نے کتنے دھوکے دیے

تازہ پھولوں کے کتنے ہی وعدے کیے

اور یادوں کے صفحات کتنے لیے

ان کے بدلے میں کانٹوں کے تھخے دیے

کچھ تعاون کرو

اے مرے دوستو!

تھام لو وقت کو

روک لو روک دو

ورنہ خود سے بھی اک دن بچھڑ جاؤں گا



شرارتی بوندیں

ساون کے موسم میں اکثر
 جب کمرے میں تنہا بیٹھا
 کسی کتاب رسالے میں گم
 سوچ رہا ہوتا ہوں یا پھر
 کسی ضروری کام میں الجھا
 موسم سے کٹ جاتا ہوں تو
 بہت سی ننھی منی بوندیں
 میرے گھر کی چھت سے مل کر
 ایسی باتیں کرتی ہیں جو
 مجھ کو چونکا دیتی ہیں



راکھشس

یہ دنیا کتنی ظالم ہے
 محبت کرنے والوں کو
 بڑی نفرت سے تکتی ہے

(۱۳۳ اکتوبر ۲۰۰۲ء)



تم شاعر کا خواب ہو

یوں تو تم حقیقت ہو
 کیا خبر یہ ہے تم کو
 ایک شخص ایسا ہے
 جس نے خواب دیکھے ہیں
 صرف ایک چہرے کے
 اور وہ حسین چہرہ
 بس تمہارا چہرہ ہے



غم نہ کر

رات کٹ جائے گی
 پھول کھل جائیں گے
 جب بہا آئے گی
 غم نہ کر..... غم نہ کر
 یار مل جائیں گے
 جب گھٹا چھائے گی
 دن بدل جائیں گے



پاندھیا

کیسا موسم ہے یہ
 میرے چاروں طرف
 برف کے کھیت ہیں
 جن پہ رقصاں ہیں پورب کی ٹھنڈی ہوائیں
 آئی ہیں آج جو
 سرسوں کے پھول کی بھینی خوشبو لیے
 میرے گاؤں کے کھیتوں سے ہوتی ہوئی
 پانچ دریا، سمندر، کئی بام و در
 ان کے رستے میں تھے

تازہ دم ہیں مگر
 لائی ہیں یہ خبر میرے محبوب کی
 ان سے کہہ دے کوئی
 جائیں جب اس نگر
 کہہ دیں محبوب سے
 کیوں نہ پردیس سے دیس میں آ بسیں
 کیوں نہ پھر آ ملیں
 بھول کر پچھلے سارے ہی شکوے گلے
 پھر سے سنے بنیں
 آؤ پھر آ ملیں



آبلہ پا

یقین نہیں ہے
 کہ زندگی کی مسافتوں کو
 میں منزلوں تک بھی طے کروں گا
 مجھے سفر میں
 نئی دلیلوں
 نئے سوالوں کا سامنا ہے
 جو راہ روکے ہوئے ہیں لیکن
 جواب جن کا کہیں نہیں ہے

(اپریل ۱۹۹۹ء)



رنگین دنیا

ہزاروں کچے رنگوں سے
 بڑی رنگین ہے دنیا
 مگر پختہ ہیں فطرت کے
 ہمیشہ سے ہی سارے رنگ
 چٹانیں ہیں کئی سرسبز
 سیہ سینہ لیے کوئی
 چھپائے اپنے دامن میں
 کئی رنگین دنیا میں

نبرد آراء کئی صدیوں سے ہیں
 چالاک لہروں سے
 جو جب چنگھاڑ کر آئیں
 تو پتھر تک بھی کھا جائیں
 مگر کھیلیں پرندوں سے
 انہیں خوراک پہنچائیں
 ہر اک لمحے پہ ساحل کا
 یہ نقشہ ہی بدل جائیں
 پرانے رنگ میں آئیں
 ہزاروں رنگ بکھرائیں
 چھپائے اپنے دامن میں
 کئی رنگین دنیا سیں

(On Pacific beach 15Aug2002)



ایک الجھن

یہ کہنا مشکل ہے
 کیا بتاؤں
 کہ کیسے گزری تھی
 زندگی میرے ہمسفر کی
 کہ زندگی کی تمام خوشیاں
 سمیٹ کر بھی جو خوش نہیں تھی



یہ گھاؤ نیا ہے

اداسی راس ہے مجھ کو
اداسی راس ہے میری

اسی میں مطمئن ہوں اور
یہی تو آس ہے میری

مگر جو اب کے طاری ہے
خموشی خاص ہے میری



اسے کیا کہو گے.....؟

مجھے تم سے محبت ہے
 یہ دعویٰ تو نہیں میرا
 مگر مدت ہوئی بچھڑے
 تمہارا خواب سا چہرہ
 بہت مدت ہوئی دیکھے
 نجانے پھر بھی کیوں جاناں
 تمہاری نقرئی آواز
 میرے کانوں میں گونجنے ہے
 تمہارا خواب سا چہرہ
 مرے خوابوں میں آتا ہے





یہ دل ہی تھا جو سنے دیکھتا ہے
بھلا اب ٹوٹنے پر کیا گلہ ہے

بچھڑ جانا اگرچہ طے شدہ تھا
ترے جانے کا پھر بھی دکھ بڑا ہے

زمانے کے سبھی غم دے کے مجھ کو
مجھے وہ پوچھتا ہے کیا ہوا ہے

کہیں ساون کی رم جھم میں اداسی
 کبھی من جس موسم پوجتا ہے

یہ چاہت ایسی وادی ہے جنوں کی
 یہاں جو آ گیا وہ کب گیا ہے

نہیں بدلے ہیں روز و شب ذرا بھی
 وہی آوارگی کا سلسلہ ہے

مجت ان دنوں ارزاں ہوئی ہے
 مجھے یہ عشق تو مہنگا پڑا ہے



یہ کرنا آخری احسان.....!

اے میرے ہمدم
 عجیب لگتا ہے مجھ کو یہ بھی
 تری ہی باتیں تجھ سے کہنا
 مگر کروں کیا
 ترے سوا تو
 کوئی نہیں ہے قریب اتنا
 سو واقعہ اب ہے یوں مری جاں
 لگے ہے ایسے مجھے یہ ہر دم
 کہ اب کسی دن یونہی اچانک
 ہے سانس کی ڈور ٹوٹ جانا
 مگر پریشاں نہیں ہوں میں جاں
 ہاں! ایک احساں ہے تجھ کو کرنا
 جو چھوڑ جاؤں میں تیری دنیا
 جو ہو سکے تو
 یہ خواب میرے سنبھال رکھنا



سراب

رات آنکھوں میں گزاری
 کہ سحر آئی ہے
 وہی پاکیزہ اجالا
 کہ صبا لائی ہے
 جس کی سوندھی سی یہ خوشبو
 کہ مٹاتی ہے تھکن
 شب کی بے خواب نگاہوں کی، جنہیں
 اس نئے دن میں بھی امید نظر آتی ہے



آج یوں لگا جیسے.....!

ایک مدت کے بعد آخر کار
 مجھ کو اک ہم سفر ملا ایسا
 میری آنکھیں کہ جھلملا اٹھیں
 اور دل بیٹھتا گیا لیکن
 زخم دل کے تمام کھل اٹھے
 روح کا تار تار ہلنے لگا



چراغِ صحرا

اداس صحرا میں
 نیم شب کا
 چراغِ مدھم سی روشنی سے
 گھنے اندھیروں کی ہپیتوں کو
 شکست دے کر جو جل رہا ہے
 کٹھن جدائی کے موسموں میں
 کسی کی آمد کا منتظر سا
 وہ میرا دل ہے



مجھے دلا سہ دے

نگر سنسان لگتا ہے
 لگے ہیں خوف کے پہرے
 کوئی مجھ کو دلا سہ دے
 سنبھالے کوئی تو مجھ کو
 وگرنہ خوف تنہائی
 جو رگ رگ میں سمایا ہے
 کہیں یہ مار نہ ڈالے



آج پھر.....

آج پھر رات کا ہے پہر
 نیند آنکھوں سے پھر ہے کئی کوس دور
 اور شب ہے کہ کٹتی چلی جائے ہے
 پر نئے دن کی امید کوئی نہیں ہے
 گر چہ دیکھا ہے برسوں سے کتنی ہی بار
 رات آتی ہے اور پھر گزر جاتی ہے
 کیوں مگر آج لگتا ہے پھر ایک بار
 اس پہر میں کہیں
 وقت تھم سا گیا ہے
 اس پہر سے نہ آگے سحر ہو کوئی



ہجرت

تجھ سے جو عہد تھا، ہو جائے گا وہ آج تمام
 تیری راہوں سے گزرنا جاناں
 مجھے ہر صبح ہر اک شام
 آج یاں ختم ہوا اپنا قیام
 کل نہ ہوگا
 تری بستی کے مکینوں میں مرانا
 تیرے کوچے میں کھڑا ہوں مری جاں!
 آخری بار زیارت کے لیے
 یہ جو ہیں تیرے درو بام
 آنکھ میں اشک لیے
 دل میں زخمی ارمان
 تیرے کوچے کو دوام
 تیری گلیوں کو سلام



احساس

ترا عکس دل کے قریب تر
 تری یاد جاں سے عزیز تر
 ترا درد سب سے ہے معتبر
 کبھی لوٹ کر مرے دیس آ
 تیرے بعد سونا ہے یہ نگر



اڑن کھٹولا

یہاں سے اک نظر دیکھو
 تو یہ دنیا
 اور اس کے سارے غم، خوشیاں
 بہت چھوٹے
 بڑے رنگیں
 بہت دلکش سے لگتے ہیں
 مگر دھوکا ہے نظروں کا
 حقیقت تو نہیں ہے یہ
 کسی کے اونچا اڑنے سے
 کوئی چھوٹا نہیں ہوتا



شبِ ہاجر

تکیہ بھگ گیا اشکوں سے
 رات کی کالک ہار گئی
 تو نہیں آیا
 لیکن آنکھوں میں تیری تصویر رہی
 پچھلی شب بھی ایسے گزری
 تو نہیں آیا
 نیند نہ آئی.....!



فردیات

اگرچہ ہمیشہ تمہاری کمی تھی
مگر آج شدت سے یاد آ رہی ہو



تم سفر میں رہا کرو جاناں
کچھ تو منزل کی آس رہتی ہے



ہر ایک موڑ سے وابستہ تیری یادیں ہیں
یہ شہر تیرا سہی کچھ تو حق مرا بھی ہے



یہی امید جینے کیلئے شاید سہارا ہے
جسے میں سوچتا ہوں وہ بھی مجھ کو سوچتا ہوگا



سرگوشیاں

انتساب

فیض احمد فیض

کے نام!

ترتیب

منو بھائی
احمد عقیل زویبی

نوجوان نسل کا نمائندہ شاعر
”کچھ“ سرگوشیاں “ کے بارے میں
نظمیں

۱۴	یادیں	✿
۱۵	بہار آئی	✿
۱۶	شبِ انتظار	✿
۱۷	مکامہ	✿
۱۹	نہیں بھولتا وہ	✿
۲۰	ذرا سوچو	✿
۲۱	اگر تیر لوٹ آؤ	✿
۲۳	فراق	✿
۲۴	فاصلے	✿
۲۵	میری نگاہیں بھی منتظر ہیں	✿
۲۶	اتنا بھی نہ کہہ پایا	✿
۲۷	میری منزل	✿
۲۹	ابھی نہیں ---	✿
۳۰	زونقِ شب	✿
۳۱	تو پشیمان نہ ہو	✿
۳۲	ٹریجڈی (Tragedy)	✿

۳۳	میں سمجھا	✽
۳۴	برف کا شہر	✽
۳۵	اِک غم جو مستقل ہے	✽
۳۶	تمر بتائو	✽
۳۷	یہ کیا ہوا...؟	✽
۳۸	سانحہ	✽
۳۹	میرے ہمدم	✽
۴۰	سرگوشیاں	✽
۴۲	تلخ حقیقت	✽
۴۳	تمر کون ہو	✽
۴۴	کورے کاغذ	✽
۴۵	انوکھا بندھن	✽
۴۶	اشعار	✽
۴۷	ساون	✽
۴۸	ولا شام	✽
۴۹	آرزو	✽
۵۰	تشنگی	✽
۵۱	حقیقت	✽
۵۳	خوفِ تنہائی	✽
۵۴	تمر بھی وعدہ کرو	✽
۵۵	جرم و سزا	✽
۵۶	سچی بولی	✽
۵۷	روٹی	✽

- ۵۸ کچھ تو خواب بچا کر رکھو ❁
- ۵۹ لمحے ❁
- ۶۰ ابھی تم خوب میں ہو ❁
- ۶۱ زادِ راہ ❁
- ۶۲ طوفان ❁
- ۶۳ یہ انقلاب کیسے آیا ❁
- ۶۴ اُجالا ❁
- ۶۵ شکست ❁
- ۶۶ ابھی موسم نہیں بدلا ❁
- ۶۷ ایک بدلا ہوا نگر ❁
- ۶۹ شب فراق میں پردرد خواب دیکھا ہے ❁
- ۷۰ محبتوں کے حسیں سفر میں اذیتوں ❁
- ۷۱ الجھنوں سے نجات کیسے ہو ❁
- ۷۲ روشن چہرے روپ خزانے دیکھے تھے ❁
- ۷۳ ٹوٹے سپنوں کو تم کیسے جوڑو گے ❁
- ۷۴ مراد درد میرا سوال ہے ❁
- ۷۵ جن کی تھی آرزو وہی پیارے نہیں ملے ❁
- ۷۶ قطعہ ❁
- ۷۷ قطعہ ❁
- ۷۸ تن پر آفت پڑی ہے سا جن ❁
- ۷۹ جو آگ دل میں لگی ہے اسے بجھا دوں گا ❁
- ۸۰ ولا تیرا دیوانہ شاعر ❁
- ۸۱ بن کے با دل تو آ میں پیا سا ہوں ❁

- ۸۲ یہ کیا ہے محبت، یہ کیا ہے جوانی ❁
- ۸۳ ہو گیا جب سے ولا یا ز میرا جدا جی بھلتا نہیں ❁
- ۸۵ زندہ رہنے کے لیے جیتا رہا تیرے بعد ❁
- ۸۶ عشق اپنا اصول ہے پیارے ❁
- ۸۷ مدت ہوئی ہے تجھ سے کوئی گفتگو نہیں ❁
- ۸۸ اے خوابوں کی ملکہ! خیالوں کی زانی ❁
- ۸۹ مجھے بتا تو سہی تو کہہ سو گوارا ہے کیوں ❁
- ۹۰ سب کے جذبے سو گئے اس بے حسی ❁
- ۹۱ جب سے دیوانے ترے نام سے منسوب ہوئے ❁

نئی نسل کا نمائندہ شاعر

عامر بن علی ہمارے ملک کی اس نوجوان کی نمائندگی کرتے ہیں جو ہماری بزرگ، بے کار اور اپنے آپ تک محدود نسل کی توجہ سے یکسر محروم رہی اور جسے ورثے میں جھوٹ، منافقت، اور فریب کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔ ذہنی افلاس، اخلاقی بانجھ پن، سیاسی خلفشار اور بیمار معیشت میں پلنے والی اس نوجوان نسل کی یہ اپنی جرأت و ہمت ہے کہ وہ اپنی ذہنی صلاحیتیں اور توانائیاں تلاش کر رہی ہے۔

عامر کی نظموں اور غزلوں کا دوسرا مجموعہ ”سرگوشیاں“ اپنے عنوان کی طرح سبک، مدہم، دلکش اور نرم و نازک جذبات و خیالات سے مزین ہے۔ اس کے ورق و ورق پر ایسی شکائتیں موجود ہیں جن کا ہمارے پاس کوئی موزوں جواب نہیں ہے جبکہ جواز چاروں طرف بکھرا پڑا ہے۔ ان نظموں سے ہمیں اپنے آپ کو تلاش کرنے والی آج کی نوجوان نسل کو تلاش کرنے اور اسے سمجھنے اور پیار کرنے کی دعوت ملتی ہے۔ سرگوشیاں کے مطالعے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ہماری اس نوجوان نسل کی مدد کے بغیر کچھ بھی آگے نہیں چل سکتے گا۔

مُنو بھائی

کچھ ”سرگوشیاں“ کے بارے میں

اظہارِ محبت کے کئی طریقے ہیں۔ لکھ کر، اونچی آواز میں چلا کر، اور سرگوشی میں۔۔۔۔ اتنی دھیمی آواز میں کہ جس سے محبت ہو، وہی سن پائے، دوسرے کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ بزرگوں اور سیانوں نے اسے ہی اظہارِ محبت کا مہذب طریقہ قرار دیا ہے۔ عامر بن علی سے اگر آپ ملے ہوں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ وہ تہذیبی اور مہذب ماحول میں اگا ہوا ایک سرودِ پودا ہے، جو بظاہر عہدِ جدید کا ملبوس زیب تن کر کے گھومتا ہے مگر اندر سے خالصتاً روایتی اور قدیم ہے۔ اس لیے اس نے اپنی رودادِ محبت کا عنوان ”سرگوشیاں“ رکھا ہے۔ ان سرگوشیوں میں کبھی کبھی اس کی آواز بلند بھی ہوتی ہے۔ وہ شاید اس لیے کہ طویل گفتگو میں اگر زیرو بم نہ آئے تو بات کی یکسا نیت سماعت پر گراں گزرنے کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ”سرگوشیاں“ میں بھی کچھ نظمیں اور غزلیں ایسی ہیں۔ جہاں عامر بن علی کی آواز سرگوشیوں کی حد عبور کر کے باہر نکل کر گونجتی ہے مگر اس کا یہ انداز کانوں کو برا محسوس نہیں ہوتا۔

”سرگوشیاں“ عامر کی کچھ غزلوں اور کچھ نظموں کا مجموعہ ہے۔۔۔ سیدھی سادی، سلیس اور آسان زبان میں کی گئی یہ شاعری ایک ایسے نوجوان کے مشاہدات اور تازہ تجربات ہیں جو اسے چھوٹی عمر میں حاصل ہوئے ہیں۔ ان تجربات اور مشاہدات میں درد و غم کی ٹیس اتنی شدید نہیں کہ پڑھنے والا بلبللا اُٹھے۔ آنسوؤں اور آہوں کا طوفان نہیں۔۔۔۔ بلکہ سراٹھاتی جوانی اور لڑکپن کی آوارہ گردی کی دلچسپیاں جس کا ہر لکھنے والا ایک نہ ایک زمانے میں سامنا کرتا ہے۔۔۔۔ ہر نوجوان پہلی محبت کی

چھاؤں میں ضرور رکتا ہے۔۔۔۔۔ محبت کی وفا اور بے وفائی سے دوچار ہوتا ہے۔۔۔۔۔

یہ عمر کا وہ حصہ ہے، جب نوجوان پیتل کو سونا سمجھ کر چومتے ہیں۔۔۔۔۔ پہلی محبت کو زندگی کی آخری محبت سمجھتے ہیں۔ بقول افلاطون پہلی نظر میں سب کچھ ہار جاتے ہیں اور پھر محبوب کی ہلکی سی بے وفائی کو اجل کی دھمکی تصور کرتے ہیں، اور محبوب کے ہر جانی پن اور ستم شعار رویہ کا گلہ شکوہ کرتے ہیں۔۔۔۔۔ ہر شاعر۔۔۔۔۔ ہر محبت کرنے والا ان تجربات اور مشاہدات کو اپنی شاعری کا حصہ بناتا ہے۔۔۔۔۔ عامر بن علی نے اپنی غزلوں میں اسی عہد کا روز نامہ لکھا ہے، دن رات کی آوارہ گردی، محبت کی مٹھاس، محبت کے لہجے کی تلخی اور اپنی ذات کی بے بسی کو شاعری میں سمو دیا ہے جو سرگوشیاں بن کر ہمارے کانوں میں سرسرا رہی ہے۔

جب سے دیوانے ترے نام سے منسوب ہوئے

یوں سمجھ لو کہ بھرے شہر میں معنوب ہوئے

اے خوابوں کی ملکہ، خیالوں کی رانی

ہے تجھ بن ادھوری، مری زندگانی

نہیں اگر کوئی بچھڑا تو پھر بتا عامر

غبار ہجر ترے رخ پہ آشکار ہے کیوں

مدت ہوئی ہے تجھ سے کوئی گفتگو نہیں

ایسا نہیں کہ دل میں کوئی آرزو نہیں

خیمے سب جل چکے امیدوں کے
خاک پر ہوں کھڑا، میں پیاسا ہوں

کیا بتائیں تباہیوں کا سبب
ہم کو سب کچھ قبول ہے پیارے

جانے تیرے جانے پر کیوں بھرا آئیں
ان آنکھوں نے کئی زمانے دیکھے تھے

میرا درد میرا سوال ہے
ترا بھولنا بھی کمال ہے

تہا پنچھی کا نشیمن لٹ نہ جائے اے خدا
ٹہنی نازک ہے شجر کی، بارشیں ہیں زور میں

کہ وہ جو حرفوں کی وسعتوں سے کہیں پرے ہیں بہت بڑے ہیں
جو زخم دل پر لگے ہیں ان پر سوال کیا ہو، جواب کیسا
سنجھل نہ پاؤں، سمجھنا پاؤں کہ شاید اب کے میں ہی مر جاؤں
جدائیوں کے کٹھن سفر کا میں کیا کہوں ہے نصاب کیسا

ان غزلوں کا لب و لہجہ نئی عمر کے پیڑ سے اتری پہلی فصل کی طرح

مزیدار ہے، میٹھا، تڑش اور چٹ پٹا۔ انہیں پڑھ کر ابھرتی نسل کے ان محبت بھرے جذبات سے آشنائی ہوتی ہے جو ہماری دنیا کے اس ماحول میں بھی زندہ ہیں۔

”سرگوشیاں“ میں عامر بن علی کی کچھ نظمیں بھی شامل ہیں۔ یہ نظمیں اس کی اپنے ہمزاد سے گفتگو ہیں۔ اس کا ہمزاد کبھی اس کا محبوب بن کر اس کے سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔ کبھی اس کے اندر ایک طوفان برپا کر دیتا ہے۔ لیکن ان دونوں صورتوں میں تخلیق کا عمل رکنے نہیں پاتا۔ عامر بن علی زندگی کے غبار آلود راستے پر ہمہ وقت سفر کرنے والا ایک نوجوان ہے۔ ان تھک، باعمل اور اچھے برے موسموں میں سرائٹھا کر چلنے والا نوجوان۔۔۔ اس نے اس سفر میں آنے والے ہر چھوٹے بڑے مشاہدے اور تجربے کو اپنی شاعری میں سمونے کی کوشش کی ہے اور وہ کامیاب رہا ہے۔۔۔ ابھی وہ نوجوان ہے، زندگی کی دو شیرازہ ابھی اس سے مسکرا کر بات کرتی ہے۔ جب ماتھے پر تیوری ڈال ملے گی تو ان تجربات اور مشاہدات میں مزید چنگلی اور توانائی آجائے گی۔۔۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو کچھ اس نے لکھا ہے، وہ سرسری اور غیر اہم ہے۔۔۔ اس کی نظمیں پڑھیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ زندگی کے سفر میں جتنا اور جیسا مواد اسے ملا ہے، اس نے تخلیقی ترازو میں پورا پورا تولیا ہے۔ کہیں ڈنڈی نہیں ماری میں اس کے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ اس کی تخلیقی صلاحیتوں میں مزید توانائی پیدا کرے۔ آمین! میں اس کی چند نظمیں مثال کے طور پر پیش کر کے رخصت ہوتا ہوں:

بہت حیران ہوتا ہوں
 کسی سے جب یہ سنتا ہوں
 کہ تو راتوں کو تہا دیر تک تاروں کی چھاؤں میں
 اب اکثر اپنے گھر کی چھت پہ بیٹھا خواب بُنتا ہوں
 میں اکثر سوچتا ہوں تو ملے تو تجھ سے یہ پوچھوں
 اندھیروں سے تمہاری دوستی کیسے ہوئی ہمد
 تمہیں تو شام کی پرچھائیوں سے خوف آتا تھا
 (یہ انقلاب کیسے آیا)

میں چپ ہوں گرچہ
 مگر مری جاں
 گئی رتوں کا
 کوئی جو تم سے حساب پوچھے
 تو کیا کہو گی۔۔۔؟

(ذرا سوچو)

میں بہت ہی بزدل تھا
 اور کم سخن سا بھی
 تو بہت بہادر تھی
 اور جان محفل بھی
 صد ہزار لوگوں کے
 تہا دل کی دھڑکن بھی

میں بہت ہی بزدل تھا
اتنا بھی نہ کہہ پایا

تجھ پہ میری جاں داری
تو بہت ہی ہے پیاری

(اتنا بھی نہ کہہ پایا)

میں چپ ہوں لیکن
خزاں کے پتوں کی سرسراہٹ
مری سماعت پہ دے کے دستک
پتہ تمہارا جو پوچھتی ہے۔۔۔
تو کیا بتاؤں۔۔۔؟

(تم بتاؤ)

عامر بن علی کی ”سرگوشیاں“ سے یہ چند سرگوشیاں جو میں نے پیش کیں، ان سے اندازہ لگانا قطعاً دشوار نہیں کہ اس نوجوان شاعر نے براہ راست اپنے اندر کے احساس کو کتنے خوبصورت پیرائے میں لفظوں کی زبان دی ہے، اور کتنے سادہ و سہل مگر دلکش اور واضح طرز میں اپنی سرگوشیوں کو مکالماتی جرات بخشی ہے۔۔۔ کتاب پڑھیے اور عامر بن علی کی ”سرگوشیاں“ سنیئے۔

عقیل احمد روتی

۱۹ جون ۱۹۹۹ء

نظمیں

یادیں

بہت ہی مدت کے بعد کل جب
 کتابِ ماضی کو میں نے کھولا
 بہت سے چہرے نظر میں اترے
 بہت سے ناموں پہ دل پسینجا
 اک ایسا صفحہ بھی اس میں آیا
 لکھا ہوا تھا جو آنسوؤں سے
 کہ جس کا عنوان ”ہم سفر“ تھا
 جو صفحہ سب سے ہی معتبر تھا
 کچھ اور آنسو پھر اس پہ ٹپکے
 پھر اس سے آگے میں پڑھ نہ پایا
 کتابِ ماضی کو بند کر کے
 تمہاری یادوں میں کھو گیا میں
 اگر تو ملتا تو کیسا ہوتا
 انہی خیالوں میں سو گیا میں



بہار آئی

پرانے زخم کھلے
 اور بہت سے تازہ ملے
 جدا ہوا اسی رُت میں
 جو دل کے پاس آیا
 مجھے بہار کا موسم
 کبھی نہ راس آیا



شبِ انتظار

سردیوں کی راتوں میں
 جب سے بھی جم جائے
 اور دل کی باتوں میں
 آرزو ٹھہر جائے
 اجنبی مسافر کے
 انتظار کی شمعیں
 سرد سرد جھونکوں سے
 پھڑ پھڑانے لگ جائیں
 اپنے سردستانوں پر
 رکھ کے سر کو مت رونا
 تم ادا اس مت ہونا



مکالمہ

رات کا غالباً آخری تھا پہر
 مجھ سے تنہا ستارہ یوں گویا ہوا
 ہمنشیں الوداع!
 اے مرے ہمنشیں
 مجھ کو نیند آگئی
 تم بھی سو جاؤ جا کر کہیں
 کل ملیں گے یہیں
 یہ سن کر میں ہلکا سا مسکا دیا
 اس کو بتلا دیا
 جانے والے یہاں لوٹتے ہی نہیں

تم نہ آؤ گے گل
 مجھ کو ہے یہ یقیں
 میری یہ بات سن کروہ رک سا گیا
 اور کہنے لگا۔۔۔!
 تم سے وعدہ کروں
 پھر نہ پورا کروں
 ایسا ممکن نہیں
 سُن مرے ہمنشیں!
 میں تو انساں نہیں



نہیں بھولتا وہ۔۔۔!

جانے کیوں
 بھولتا نہیں مجھ کو
 وقت رخصت
 مجھے جو دیکھتا تھا
 جس کے ہونٹوں پہ
 مسکراہٹ تھی
 اشک تھے بے حساب
 آنکھوں میں



ذرا سوچو!

میں چپ ہوں گرچہ
 مگر مری جاں!
 گئی رتوں کا
 کوئی جو تم سے حساب پوچھے
 تو کیا کہو گی۔۔۔؟



اگر تم لوٹ آؤ

بہاریں لوٹ آئیں گی
 ہوا میں گنگنائیں گی
 خوشی سے مست ہو ہو کر
 گھٹائیں لڑکھڑائیں گی
 نشے میں چاندنی ہوگی
 فلک پر روشنی ہوگی
 کچھ ایسی راتیں آئیں گی
 کہ جھیلیں مسکرائیں گی
 نظر میں پھول مہکیں گے
 رنگیلے پنچھی آئیں گے

اداسی لوٹ جائے گی
 کچھ ایسے گیت گائیں گے
 ستم کا دور ہوگا ختم، چاہت کا جنم ہوگا
 نگاہوں میں خوشی ہوگی
 نہ غم ہوگا، نہ غم ہوگا
 نہ اب مجھ کو رلائیں گی
 خزاں لوٹ جائیں گی
 اگر تم لوٹ آؤ تو
 بہاریں لوٹ آئیں گی



فراق

دھڑکنوں میں ہلچل ہے
 آنسوؤں کی جل تھل ہے
 شعلہ بار سانسیں ہیں
 بے قراری پل پل ہے
 ذہن یوں لگے جیسے
 اک غموں کی دلدل ہے



فاصلے

جوز میں کے ٹکڑوں کی
 دوریوں سے اے جانناں!
 وقت پیدا کرتا ہے
 ایسے فاصلے اکثر
 کٹ ہی جایا کرتے ہیں
 فاصلے بڑھے تھے جو
 قریبوں کے موسم میں
 دودلوں کے بندھن میں
 ایسے فاصلے جانناں!
 مر کے بھی نہیں کٹتے



مری نگاہیں بھی منتظر ہیں

مری نگاہیں بھی منتظر ہیں

اسی سحر کی

کہ جس کی کرنیں پیام دیں گی

اب سے دنیا میں امن ہوگا

کچھ ایسی خوشیوں کا منتظر ہوں

جو گولہ بارود دفن کر کے

محبتوں کو دوام دیں گی



اتنا بھی نہ کہہ پایا

میں بہت ہی بزدل تھا
 اور کم سخن سا بھی
 تو بہت بہادر تھی
 اور جانِ محفل بھی
 صد ہزار لوگوں کے
 تنہا دل کی دھڑکن بھی
 میں بہت ہی بزدل تھا
 اتنا بھی نہ کہہ پایا
 تجھ پہ میری جاں واری
 تو بہت ہی ہے پیاری



میری منزل

ابھی تلک میں وہیں کھڑا ہوں

جہاں پہ تو نے کہا تھا مجھ سے

کہ اب سے جاناں

ہماری راہیں جدا جدا ہیں

نہیں ہے مجھ کو ملال کچھ بھی

جو تیری بانہوں سے میری بانہیں

جدا جدا ہیں

ابھی تلک میں وہیں کھڑا ہوں

جہاں سے تو نے

پھر آخری بار مڑ کے دیکھا

اگر چہ اب بھی
 چہار سو ہیں ہزار رستے
 مگر اے جاناں مرے لیے تو
 ہیں سب کے سب راستے یہ بے سود
 اگر چہ مجھ کو کہیں بھی جاناں!
 نہیں ہے جانا۔۔۔!
 تمہاری قرقت میں طے کیے جو
 بس ایسے رستوں کے نقش پا
 میری منزلوں کے نشان ٹھہرے
 کہ میں ابھی تک وہیں کھڑا ہوں
 مرے لیے تو یہی ہے منزل۔۔۔!



ابھی نہیں۔۔۔!

ابھی تو یاد کے جھونکے
 یہاں نہیں پہنچے
 پرانے زخموں سے اب تک
 لہو نہیں ٹپکا
 ابھی تو درد کی شدت سے
 آہ نکلے گی
 ابھی کچھ اور بھی رونا ہے
 مجھ کو رونا ہے
 ابھی کہاں مجھے سونا ہے
 جاگنا ہے ابھی
 نہیں ابھی نہیں۔۔۔!



رونقِ شب

آسماں پر ستارے گھنے تھے بہت
 چاند کا حسن بھی کم نہ تھا
 مجھ سے کرتا تھا باتیں اکیلے میں جو
 وہ مراد نشیں اور پیارا ستارہ کہاں سو گیا
 جانے کیوں یہ لگے!
 اس کے دم سے تھیں راتوں کی سب رونقیں
 رونقِ شب وہی تھی
 مگر وہ گئی تو نظارہ کہاں کھو گیا؟
 چاند کا حسن سارا کہاں کھو گیا؟



تو پشیمان نہ ہو

پاگل لڑکی
 مجھ کو چھوڑ کے جانے پر
 شرمندہ کیوں ہو؟
 تم سمجھی ہو
 اور کسی کی ہونے پر
 میں تم سے کوئی شکوہ کروں گا
 اور کہوں گا
 تیری ساری باتیں
 تیرے سارے وعدے
 تیری آنکھوں ہی کی طرح جھوٹے تھے
 یوں نہ سوچو میری جان!
 تم خوش ہو تو میں بھی خوش ہوں
 نئی ڈگر پر چلنا تجھ کو راس آ جائے
 میرا کیا ہے۔۔۔!
 میری پرانی عادت ہے
 تنہا چلنے کی



ٹریجڈی (Tragedy)

اب کے سما کی
 سردراتیں
 کچھ ایسی آئیں
 کہ دھڑکنیں سرد ہو گئی ہیں



میں سمجھا

ہر موسم میں شہر کو تیرے
 خوشی کا ایک جزیرہ سمجھا
 تیرے بن ساون کو سوکھا
 چاندنی رات کو تیرہ سمجھا
 شاید نظروں کا دھوکہ تھا
 میں شیشے کو ہیرا سمجھا



برف کا شہر

یہ شہر تو ہے برف کا
 باسی ہیں اس کے موم کے
 صدیاں ہوئیں اس کو بسے
 لیکن یہ جس دن سے بنا
 تاریکیوں میں غرق ہے
 خاموشیوں کا راج ہے
 اس شہر کے ہر اک طرف
 اس شہر کے اے باسیو
 اک بات تو میری سنو
 تم تو بنے ہو موم سے
 گھیرے میں تم ہو برف کے
 سو چو جو تم سے ہو سکے
 تاریکیوں کو چیرتا
 سورج کہیں سے آگیا
 تو کیا بنے گا شہر کا۔۔۔؟



اک غم جو مستقل ہے

اپنے حصے کی
 مقدّر میں خوشی
 کوئی نہیں
 دل کی دہلیز پہ قبضہ ہے
 غم جاناں کا۔۔۔!



تم بتاؤ

میں چُپ ہوں لیکن
 خزاں کے پتوں کی سرسراہٹ
 مری سماعت پہ دے کے دستک
 پتہ تمہارا جو پوچھتی ہے
 تو کیا بتاؤں۔۔۔؟



یہ کیا ہوا۔۔۔؟

مرے چارہ گر تو بتا ڈرا
 مرے دوستوں کو یہ کیا ہوا؟
 کہ ہیں سب کے چہرے بجھے بجھے
 غم زندگی سے اٹے ہوئے
 انہیں دیکھنے کو نظر اٹھے
 تو یہ سب کے چہرے یہی کہیں
 پڑا ایسے وقت سے واسطہ
 کٹا ہر خوشی سے ہے رابطہ
 جنہیں موت لگتی تھی دلربا
 انہیں زندگی نے رلا دیا



سانحہ

زندگی کو دور سے دیکھا کرو
 حسن اپنا دور سے دکھلائے گی
 اور اگر نزدیک سے دیکھو گے تم
 زندگی اک سانحہ بن جائے گی



میرے ہمدم

میں تنہا ہوں مرے ہمدم
 ہیں آنکھیں ہجر میں پرغم
 لگے ہیں درد کے میلے
 جگر میں سوز ہے پیہم
 جو غم تم بانٹ لو میرا
 تو مٹ جائیں گے سارے غم



سرگوشیاں

میں رات کے پچھلے پہر
 کمرے کو تنہا چھوڑ کر
 یادوں کی چادر اوڑھ کر
 انگلی پکڑ کر چاند کی
 جاتا ہوں جب تیری گلی
 کوچے کی اس پل خامشی
 اور تیرے گھر کی روشنی
 کرتے ہوئے سرگوشیاں
 کہتی ہیں میرے کان میں
 کچھ اس طرح
 سچ سچ بتا
 پوچھیں جو تجھ سے ماجرا

اتنا بڑا یہ شہر ہے
 لیکن تراشوق نظر
 ہر بار کیوں جائے ٹھہر
 جب بھی ہوایاں سے گزر
 ہر بار ان کا یہ سوال
 مسکا کے میں دیتا ہوں ٹال
 تیرے درو دیوار ہیں نا آشنا
 غم سے پیا!
 کیسے میں ان کو دوں بتا
 یاں پر لٹا
 چاہت کا اپنا قافلہ



تلخ حقیقت

فاصلے

کتنے عیبوں کو ہیں چھپا دیتے

قربتیں

کتنے عیبوں کو جنم دیتی ہیں



تم کون ہو میری

کروں میں کیسے بیان کیا ہے
 حیات میری سے ربط تم کو
 خوشی کے سارے ہیں باب تم سے
 اداس لمحوں کی سوچ تم ہو



کورے کا غذ

نہیں گلہ جو نہیں ملا ہے

جواب کچھ بھی

تری طرف سے مرے خطوں کا

مرے خطوں کا

جواب تم میری جان دیتی

تو دیتی کیسے؟

کہ کورے کا غذ تھے میرے خط وہ

مگر ابھی تم تو

سادہ حرفوں کی وسعتوں سے

نہیں ہو واقف

کہ کورے کا غذ میں جو چھپے تھے

وہ سارے خط اور سارے سادہ حروف

کیسے جواب پاتے



انوکھا بندھن

میری جلتی بجھتی آنکھیں

ٹوٹے سپنے چتے چتے

لہو میں ڈوب گئی ہیں پھر بھی

برف میں لپٹے تیرے من کو

ٹھیس لگے تو

کیا جانے کیوں ہیں رو دیتی



اشعار

زندگی کے دشت میں ہے کرب کا اپنا مزہ
درد کا اپنا مزہ ہے ضبط کا اپنا مزہ



مجھے تو ہی بتا، یہ زخم لے کر اب کدھر جاؤں
سمیٹوں جس قدر خود کو، میں اتنا ہی بکھر جاؤں



بڑھ کے تو روک بھی سکتا ہے جو ملنا چاہے
ادھ کھلی آنکھ سے جاتے نہیں دیکھا کرتے



اشک آتے ہیں جب بھی آتے ہیں
نیند آنکھوں میں اب نہیں آتی



پھر کسی باوفا نے ٹھکرایا
پھر اسی بے وفا کی یاد آئی



ساون

ہمیں مدت ہوئی بچھڑے
 تمہیں عرصہ ہوا بھولے
 مگر بارش کے موسم میں
 ہو واجب گنگنائی ہو
 میں اپنے گھر کی چھت پر سے
 چمکتے چاند کو چھتے
 گھٹا کی اوٹ میں دیکھوں
 مجھے تم یاد آتی ہو۔۔۔۔!



وہ شام

کیسے قتل ہوا تھا خوشیوں والے دن کا
 امبر پر تو خون ہی خون نظر آتا تھا
 جیسے غم میں ڈوبی سندر آنکھیں ہوں
 اور بادل بھی کفن دکھائی دیتا تھا
 کیسے گریہ کرتے تھے پنچھی ڈاروں میں
 جیسے ان کا اپنا کوئی بچھڑا ہو
 مجھ کو تنہا چھوڑ کے رستہ بدلا جس دن
 شام کا منظر اس نے بھی تو دیکھا ہوگا



آرزو

لاکھ کوئی ٹھکرا دے

سارے وعدے جھٹلا دے

توڑ کر سبھی بندھن

راہ ہجر دکھلا دے

پھر بھی آس چاہت کی

آرزو محبت کی

دل سے تو نہیں جاتی



تشنگی

بہت ہی یاد آتے ہیں
 محبت کے حسین وہ پل
 کہ جب پہروں ہوئی باتیں
 مگر پھر بھی یہ لگتا تھا
 ہمیں جو بات کہنا تھی
 ابھی وہ بات باقی ہے



حقیقت

نہیں نفرت نہیں تم سے
 مجھے اب بھی مری جاناں!
 اگرچہ تو نے اپنے سارے وعدے توڑ ڈالے ہیں
 وہ باتیں پیارا اور اقرار کی تو بھول بیٹھی ہے
 مگر وہ تیری ہر ایک بات اب تک یاد ہے مجھ کو
 نہیں نفرت نہیں مجھ کو
 اگر ہو بھی تو کیسے ہو
 پتا ہے میں نے اک شب چاندنی کا خواب دیکھا تھا
 کہیں اس چاندنی میں ہم تھے اور اک بھگتا ساحل
 اچانک چلتے چلتے رک کے تو کچھ کہنے والی تھی

کہ ٹوٹا بس وہیں سپنا
 مگر وہ یاد ہے تب سے
 نہیں نفرت نہیں تجھ سے
 اگر ہو بھی تو ہو کیسے
 سنایا تجھ کو جو سپنا
 ابھی تک پیار ہے اس سے
 کہ تو تو اک حقیقت ہے
 نہیں نفرت نہیں تجھ سے



خوف تنہائی

مجھے تجھ سے
 تو کوئی بھی نہیں شکوہ مری جاناں
 مگر جب شہر کے لوگوں میں
 خود کو تنہا پاتا ہوں
 میں خود سے ڈر سا جاتا ہوں



تم بھی وعدہ کرو

یہ وعدہ ہے مرا تم سے
 کبھی واپس نہ آؤں گا
 مگر تم دھیان رکھنا
 جب کبھی تم خواب میں دیکھو
 کوئی ٹوٹی ہوئی کشتی
 کوئی اجڑا ہوا آنگن
 دیا کوئی بجھا دیکھو
 یاد دیکھو موت کا ماتم
 تو مجھ کو یاد کر لینا



جرم و سزا

اس میں حیرت ہے کیا
 جو مرے ہم نوا
 ہو گئے وہ جدا
 جن سے دل کی تھی راہ
 زندگی جرم ہے
 اور اس جرم کی
 موت ہی ہے سزا



سچی بولی

یہ کھیل پرانا ہے
 لفظوں سے نہ تم کھیلو
 آنکھوں کی زباں سمجھو
 جذبوں کی زباں سیکھو
 محسوس جو کرتے ہو
 اظہار کرو ان سے
 ان ہی کی زباں بولو
 جس سے بھی پیار کرو



روٹی^ط

ہم نے بچپن سے ہی سنا تھا یہی
 جان سب سے عزیز ہوتی ہے
 اس جہاں کے عظیم قلزم میں
 زندگی اک حسین موتی ہے
 آئے دن خودکشی کی خبروں سے
 ہم نے محسوس یہ کیا عامر
 جاں سے بڑھ کر بھی چیز روٹی ہے



کچھ خواب تو بچا کر رکھو

سنے آگے انساں پیچھے
 سپنوں کے یوں پیچھے چلنا
 آدھی خواہش پوری ہونا
 اور آدھی کو پورا کرنا
 یہی تو ہے یار و بس جینا
 آج ہی گر پا لو گے سب کچھ
 کل کو ہے کیا کرنا۔۔۔؟ بولو



لمحے

اب تو خواب لگتے ہیں
 زندگی کے وہ لمحے
 جن میں کچھ لطافت تھی
 پیار کی حلاوت تھی
 گو کہ ان دنوں ہم سے
 شہر کو عداوت تھی
 پھر بھی ہاں مری جاناں!
 ہنس کے زخم سہہ جانا
 اپنی ایک عادت تھی
 قہقہے نہ دبتے تھے
 خوش دلی روایت تھی
 زندگی کے وہ لمحے
 اب تو خواب لگتے ہیں
 زندگی کے یہ لمحے
 اک عذاب لگتے ہیں



ابھی تم خواب میں ہو

نہ جانے کیوں
 مجھے یقین ہے
 کھلی جو خوابوں سے آنکھ تیری
 تو چاہتوں کی تلاش میں تم
 رہِ وفا کا سفر کرو گی
 نشاں بہت سے ملیں گے تم کو
 بہت ہی گہری محبتوں کے
 مگر وہ تم کو نہیں ملے گا
 جو قدر کرتا ہو تیری دل سے
 جو راہ بتاتا ہے آج تیری
 اٹھو اٹھو اور آنکھیں کھولو
 کہ وقت بدلاتو کیا کرو گی
 سنو سنو، میری جاں، سنو۔۔۔!! تم
 ابھی مگر تم کہاں سنو گی!



زا دِ راہ

اندھیری راہوں کے اس سفر میں
 کہ جس کا عنوان زندگی ہے
 بہت سے دشوار مرحلے ہیں
 غموں کے تاریک سلسلے ہیں
 دکھوں سے چھلنی ہر اک خوشی ہے
 بہت ہی مشکل ہے میرے ہمدم
 کچھ ایسے رستوں پہ تہا چلنا
 مگر جو مجھ کو چلا رہی ہے
 تمہاری یادوں کی روشنی ہے



طوفان

لگتا ہے
 کہ ہوا کو لگی تھی بری
 شہر والوں نے جو بات اس سے کہی
 تب ہی باد صبا تند خو ہو گئی



یہ انقلاب کیسے آیا

بہت حیران ہوتا ہوں
 کسی سے جب یہ سنتا ہوں
 کہ توراتوں کو تنہا دیر تک تاروں کی چھاؤں میں
 اب اکثر اپنے گھر کی چھت پہ بیٹھا خواب بنتا ہے
 میں اکثر سوچتا ہوں تو ملے تو تجھ سے یہ پوچھوں
 اندھیروں سے تمہاری دوستی کیسے ہوئی ہمد
 تمہیں تو شام کی پرچھائیوں سے خوف آتا تھا



اجالا

میں تاریکی میں سرگرداں تھا کب سے
 تری چاہت نے ایسی روشنی دی
 درتپے ہو گئے روشن نظر کے
 اگرچہ آج تو ہمراہ نہیں ہے
 مجھے پھر بھی کوئی شکوہ نہیں ہے
 جلایا جو تری قربت نے دل میں
 دیا وہ آج بھی ہے ساتھ میرے



شکست

تو خواہشوں کی تو بات مت کر
 یہ باتیں لگتی ہیں اجنبی سی
 کہ ٹوٹی جس دن سے آس اس کی
 مری نظر کی جو روشنی تھی
 وہ ہمسفر کی اداس راہوں پہ
 پہلی خواہش جو میں نے کی تھی
 وہ کتنی معصوم آرزو تھی
 یہی حقیقت ہے میرے ہمد
 کہ پہلی خواہش ہی آخری تھی



ابھی موسم نہیں بدلا

یہ تو نے سچ کہا ہوگا
 کہ جب موسم بدلتا ہے
 بدل جاتے ہیں سب انساں
 گئی رت جس میں ہم پچھڑے
 اسے مدت ہوئی بیتے
 مگر محسوس ہوتا ہے
 مجھے اب بھی یہی جاناں
 ابھی موسم نہیں بدلا۔۔۔!



ایک بدلا ہوا نگر

کتنی رُتوں سے
 سُننے کو ہیں کان ترستے
 ایسی باتیں
 جن کے اندر
 عشق کا ذکر ہی در آئے
 پیار کی بات بھی ہو جائے
 لیکن اب تو
 شہر کا موسم بدل گیا ہے
 اغیاروں سی
 اب پیاروں کی
 اپنے یاروں کی باتیں ہیں

لہجہ ہمدرد بدل گیا ہے
 الفت چاہت کے قصے وہ
 جن سے دل زندہ رہتے تھے
 بستی میں ناپید ہوئے ہیں
 پیار کا نام جو بھولے سے لے
 سب اس کو پاگل کہتے ہیں
 اس منظر میں
 کب تک ہم یاں رہ پائیں گے
 ہجرت کا موسم لگتا ہے





شب فراق میں پردرد خواب دیکھا ہے
کہ اپنے پیار کا دریا سراب دیکھا ہے

تمہاری آنکھ میں دیکھی ہے موتیوں کی لڑی
تمہارے چہرے کو بکھرا گلاب دیکھا ہے

برستی آگ ہے، چاروں طرف ہے آہ فغاں
تمہارے بعد جو شہر خراب دیکھا ہے

طویل غم، شب تنہائی، اور تاریکی
کتاب زیست کا جو انتساب دیکھا ہے

شفق کے چہرے پہ بکھرے ہوئے ہیں ہجر کے داغ
ہر ایک رُت کا پریشاں شباب دیکھا ہے





محبتوں کے حسین سفر میں اذیتوں کا یہ باب کیسا
یقین اپنا ہے تیری چاہت گناہ کیا ہے ثواب کیسا

کہ وہ جو حرفوں کی وسعتوں سے کہیں پرے ہیں بہت بڑے ہیں
جو زخم دل پر لگے ہیں ان پر سوال کیا ہو، جواب کیسا

سنجھل نہ پاؤں، سمجھ نہ پاؤں کہ شاید اب کے میں مر ہی جاؤں
جدائیوں کے کٹھن سفر کا میں کیا کہوں ہے نصاب کیسا

دھواں دھواں ہے یہ دل کی بستی، چہار سو ہیں لپکتے شعلے
بس ایک ننھی سی میری خواہش پہ میرے مولا عذاب کیسا

وہ رنج میں نے سہے ہیں دل پر کہ سارے جذبات مر گئے ہیں
میں کیا بتاؤں صنم کہ تجھ کو یہ سنگ کیا ہے گلاب کیسا





الڃهنون سن نجات كيسه هو
دل سن دل تك كى بات كيسه هو

جب مقدر ميں نارسانى هه
تيرے هاتھون ميں هات كيسه هو

سارى دنيا سن جيت سكتا هون
تيرى يادون كو مات كيسه هو

تو هى جب اٿھ گيا هه محفل سن
انجمن ميرى ذات كيسه هو

تو نى ڈالى سن جس كو توڙ ديا
پھر هرااب وه پات كيسه هو





روشن چہرے روپ خزانے دیکھے تھے
ہم نے بھی تو خواب سہانے دیکھے تھے

وقت سے ہار کے کیسے اندھیروں میں ڈوبے
قبروں پر کچھ دیپ پرانے دیکھے تھے

جانے تیرے جانے پر کیوں بھرائیں
ان آنکھوں نے کئی زمانے دیکھے تھے

کس نے سمجھا اپنے دل کی حالت کو
غم خوشیوں کے سبھی ترانے دیکھے تھے

مقتل میں جب چہروں سے الٹے پردے
سب قاتل جانے پہچانے دیکھے تھے

نگر کے سارے باسی ہی پتھر دل تھے۔
کانچ بدن نے لاکھ بہانے دیکھے تھے





ٹوٹے سپنوں کو تم کیسے جوڑو گے
وقت کا دھارا تنہا کیسے موڑو گے

چھوڑ گئے جو تنہا تم کو ساتھی سب
ان کی یادوں کو تم کیسے چھوڑو گے

اشک نہ ہوں گے تو جم جائیں گی آپہیں
شام کی خاموشی کو کیسے توڑو گے

لوگ تو دیوانہ کہہ کر سنگسار کریں
سارے شہر کے سر تم کیسے پھوڑو گے

خوشیوں کی پوشاک کی تجھ کو عادت ہے
غم سے چھلنی چادر کیسے اوڑھو گے





مرادرد میرا سوال ہے
ترا بھولنا بھی کمال ہے

ترے بعد ایسی ہے زندگی
نہ خوشی نہ کوئی ملال ہے

ہیں اٹل اصول زمین کے
کہ عروج کو ہی زوال ہے

ہے فقیہہ شہر کا فلسفہ
ملے مفت میں جو، حلال ہے

نہیں ختم ہوں گی صعوبتیں
مرے چارہ گر کا خیال ہے





جن کی تھی آرزو وہی پیارے نہیں ملے
مدت ہوئی ہے دوست ہمارے نہیں ملے

منجدرہار سے گلہ ہے نہ کچھ ناخدا کا دوش
قسمت کی بات ہے کہ کنارے نہیں ملے

امبر سے توڑلانے کی خواہش تھی کب ہمیں
ہم کو تمہاری مانگ کے تارے نہیں ملے

ملنے کی آرزو تو بہت تھی مگر اے دوست
قسمت کہ تجھ سے اپنے ستارے نہیں ملے

پنچھی نے جستجو تو بہت کی مگر کبھی
کچھڑے جو آندھیوں میں بچارے نہیں ملے

محرومیوں کے ساتھ ملیں ذلتیں تمام
کمزور کو جہاں میں سہارے نہیں ملے



قطعہ

جلتے ارمان کی چتا دیکھی
 ہم نے بھی غم کی انتہا دیکھی
 پھر وہ انداز تیرا غیروں سا
 آج پھر زندگی سزا دیکھی



قطعہ

پاس رہ کر بھی دور رہتے ہو
 پھر ہمیں بے وفا بھی کہتے ہو
 ہجر کا اب خیال بھی ہے محال
 خون بن کر رگوں میں بہتے ہو





تن پر آفت پڑی ہے ساجن
من میں آگ بڑھی ہے ساجن

لپٹا ہوں شعلوں کے کفن میں
مشکل بہت گھڑی ہے ساجن

دشتِ دید میں ننگے پاؤں
سر پر دھوپ کڑی ہے ساجن

دنیا کے تپتے صحرا میں
ساون کی تو جھڑی ہے ساجن

آنکھوں میں ماضی کے منظر
اور اشکوں کی لڑی ہے ساجن





جو آگ دل میں لگی ہے اسے بجھا دوں گا
کیا ہے فیصلہ، اب میں تجھے بھلا دوں گا

نہ رہ سکوں گا میں زندہ پچھڑ کے تجھ سے کبھی
کہے ہزار کوئی جی کے میں بتا دوں گا

تو لاکھ دے گی صدائیں مگر نہ پلٹوں گا
نصابِ عشق کو اک ضابطہ نیا دوں گا

کروں گا میں سرِ نودل کی بستیاں تعمیر
پرانے نقش ہیں جتنے سبھی مٹا دوں گا

میں خواب سمجھوں گا تیرے سبھی وہ قول و قرار
وہ تیرا ملنا فقط حادثہ بنا دوں گا





وہ تیرا دیوانہ شاعر
دنیا سے بیگانہ شاعر

راتوں کو تنہا سڑکوں پر
پھرتا ہے مستانہ شاعر

خوابوں کی پوجا کرتا ہے
یادوں کا پروانہ شاعر

اپنی باتوں سے لگتا ہے
زندہ ایک فسانہ شاعر

اس کا جیون غم کا میلہ
خوشیوں سے انجانا شاعر

جو کہتا ہے سچ کہتا ہے
اس کو کہے زمانہ شاعر





بن کے بادل تو آ، میں پیاسا ہوں
سن لے میری صدا میں پیاسا ہوں

تو کہ تسکین جاں تھی میرے لیے
ہو کے تم سے جدا میں پیاسا ہوں

کب سے میں پی رہا ہوں خون جگر
بھر دے مینا مرا، میں پیاسا ہوں

تختہ دار ہی تو ہے دنیا
اور اس پر چڑھا، میں پیاسا ہوں

خیمے سب جل چکے امیدوں کے
خاک پر ہوں کھڑا، میں پیاسا ہوں





یہ کیا ہے محبت، یہ کیا ہے جوانی
عجب داستاں ہے، انوکھی کہانی

سبھی قصے ان کے لگیں تازہ ہر دم
گو کہنے کو ہیں سب یہ باتیں پرانی

نئے نام لے کر زمیں پر یہ آئیں
کبھی مجنوں لیلیٰ کبھی رادھا رانی

انہی کے ہی دم سے ہے دنیا میں رونق
یہ پھولوں پہ شبنم، یہ جھرنے کا پانی

ہیں ہستی کے ماتھے کا جھومر یہ جذبے
انہی کی بدولت ہے دنیا سہانی





ہو گیا جب سے وہ یا رمیرا جدا جی بہلتا نہیں
کوئی تدبیر تو ہی بتا اے خدا جی بہلتا نہیں

اس کے تن سے ہی تھی میرے من میں خوشی اس کے جانے کے بعد
اب کے تنہائیوں میں ہے ڈوبا ہوا جی بہلتا نہیں

اچھی لگتی نہیں اب تو آہٹ کوئی چھائی ہے خامشی
ساز، آواز، سنگیت سب بے صدا جی بہلتا نہیں

جب کبھی بھی میں ہنسنے کی کوشش کروں آنکھ بھر آئے ہے
زخم ایسا کوئی میرے دل پر لگا جی بہلتا نہیں

دشت و صحرا یا جنگل نہیں کوئی یہ، جو نگر کو چلیں
شہر کی بھیڑ میں ہوں اکیلا کھڑا جی بہلتا نہیں

شب کی تاریکیوں میں ستاروں تلے غم کی باتیں کرے
رنگ و خوشبو کے سب موسموں سے خفا جی بہلتا نہیں

اب تو تنہائیاں ہیں مقدر ترا اے مرے ہم نوا
ہو کے بے چین ہر پل یہی دے صدا جی بہلتا نہیں





زندہ رہنے کے لیے جیتا رہا تیرے بعد
شہر میں اپنا مگر جی نہ لگا تیرے بعد

لوگ تو اور بھی جیون میں بہت آئے ہیں
دل کی دہلیز کوئی چھو نہ سکا تیرے بعد

خوشی تو روٹھ گئی تھی ہنسی بھی بھول گئے
کچھ ایسا غم سے ہمیں پالا پڑا تیرے بعد

تجھ سے پہلے بھی رہا کرتے تھے شکوے جگ سے
من زمانے سے ہی بیزار ہوا تیرے بعد

اسی باعث کہ تھی وحشت ہمیں ویرانے سے
تیرے کوچے کا کبھی رخ نہ کیا تیرے بعد





عشق اپنا اصول ہے پیارے
باقی سب کچھ فضول ہے پیارے

کیا بتائیں تباہیوں کا سبب
ہم کو سب کچھ قبول ہے پیارے

سب کی آنکھوں میں یہی کیسی
دل تو اپنا ملول ہے پیارے

تا قیامت رہے گا راج ان کا
تخت والوں کی بھول ہے پیارے

کم نظر ہم سفر نہیں اپنا
تنہا چلنا قبول ہے پیارے





مدت ہوئی ہے تجھ سے کوئی گفتگو نہیں
ایسا نہیں کہ دل میں کوئی آرزو نہیں

لمحے بنے ہیں سال کے شاید اسی لیے
راتیں ہیں سردیوں کی کہ تو دروہ نہیں

دنیا کی تہمتیں تو ہیں اپنی جگہ درست
ہم کیوں کریں سفر جو کوئی جستجو نہیں

ہاں خوئے بے وفائی تری سب درست ہے
تجھ سا کوئی حسین کوئی خوبرو نہیں

ڈھونڈے علاج جو کوئی دردِ فراق کا
ایسا کوئی طبیب مرے چار سو نہیں





اے خوابوں کی ملکہ! خیالوں کی رانی
ہے تجھ بن ادھوری مری زندگانی

یہ لیلیٰ یہ رادھا بھی تجھ سے ہیں شاید
نیا نام ہے پر ہے صورت پرانی

پری، حور ہے یا کوئی اپسرا سی
ہے بے مثل تو اور یہ تیری جوانی

ہے لہجہ ترا جیسے بجاتی ہو پائل
ہیں باتیں تری جیسے کوئی کہانی

یہ مہکائے خوابوں، خیالوں کو میرے
تری یاد کی گویا رُت ہے سہانی

جو کھولوں کتابیں تو لفظوں میں چہرے
ہر اک چہرے میں پاؤں تیری نشانی





مجھے بتا تو سہی تو کہ سوگوار ہے کیوں
جو ہنستا رہتا تھا چہرہ وہ اشکبار ہے کیوں

تجھے جو غم ہے تو مجھ کو بھی کچھ بتا ہدم
نہیں ہے زخم کوئی بھی تو بے قرار کیوں

چلو یہ مان لیا، بات کچھ نہیں لیکن
تمہارے مکھڑے پہ اشکوں کی آبتار ہے کیوں

نہیں ہے کوئی بھی دستک تمہارے در پہ مگر
تمہارا دیکھنا باہر یہ بار بار ہے کیوں

بھرا نہیں ہے جو گھاؤ کسی کی یادوں کا
تمہارے صبر کا دامن یوں تارتا ہے کیوں

نہیں اگر کوئی بچھڑا تو پھر بتا عامر
غبار ہجر ترے رخ پہ آشکار ہے کیوں





سب کے جذبے سو گئے اس بے حسی کی گور میں
دل کی آہٹ دب گئی ہے موٹروں کے شور میں

نفسا نفسی چار سو ہے ہر کوئی ہے جنگ میں
تو بتا دیوانے جائیں اب بھلا کس اور میں

تنہا پنچھی کا نشین لٹ نہ جائے اے خدا
ٹہنی نازک ہے شجر کی بارشیں ہیں زور میں

جس نگر کے قاتل و منصف مسیحا ایک ہوں
اس کا مستقبل ہے تاریکی کی گہری گور میں

جائے کب آئے گا ایسا رہنما اس دیس میں
باندھ دے جو سب دلوں کو بس وفا کی ڈور میں





جب سے دیوانے ترے نام سے منسوب ہوئے
یوں سمجھ لو کہ بھرے شہر میں معتوب ہوئے

ہم نے تجھ سے کیا اقرار و فائے جانان
ورنہ کیا جرم کیا تھا کہ جو مصلوب ہوئے

تیرا ہلکا سا تبسم ہی ہمیں مار گیا
ورنہ ہم اور کسی سے کہاں مرعوب ہوئے

ہم کو قیدی تو بنایا تھا تری زلفوں نے
ہم جو مجبور تھے اس دل سے تو مغلوب ہوئے

ہر ستم ہم نے سہا تیری خوشی کی خاطر
اپنی قسمت ہے کہ ہم تجھ کو نہ محبوب ہوئے



یاد نہ آئے کوئی

۱
انتساب

امی، ابو

اور

بھائی جان

کے نامر!

ترتیب

سر آغاز-----شہرت بخاری

نظمیں

۹	محبت	✽
۱۱	کیا مثال دون تمہاری	✽
۱۲	دستورِ زمانہ	✽
۱۳	انتظار	✽
۱۴	پارس	✽
۱۵	اکثر ایسا ہو جاتا ہے	✽
۱۶	انوکھی جیت	✽
۱۷	شاعر لوگ	✽
۱۸	قطعہ	✽
۱۹	ملال کیسا؟	✽
۲۰	دوشنی کا نغمہ	✽
۲۱	تیری یاد آتی ہے	✽
۲۲	سازِ فسانِ تیرے	✽
۲۳	یاد نہ آئے کوئی	✽
۲۴	سمندر کی لہریں	✽
۲۵	بہار کے آخری دن	✽
۲۶	دانشور	✽

۲۷	مشکل شخص	✽
۲۸	توبہ شکنی	✽
۲۹	قطعہ	✽
۳۰	محبت معجزہ ہے	✽
۳۱	کینسر	✽
۳۲	پوراسچ	✽
۳۳	گمشدہ خوشبو	✽
۳۵	مائی کا باوا	✽
۳۶	میں نہ بھول پائوں گا	✽
۳۷	نصیب	✽
۳۸	صلہ	✽
۳۹	جو بات ادھوری رہ گئی	✽
۴۱	خاموشی کی دھن	✽
۴۲	قصور	✽
۴۳	خزاں کی ہجرت	✽
۴۴	بہاڑائی کہ اجل	✽
۴۵	ایک وہم	✽
۴۶	چندن	✽
۴۷	کیا رکھا ہے ناموں میں	✽
۴۸	نیامہمان	✽
۴۹	سمرپن	✽
۵۰	قطعہ	✽
۵۱	تنہا	✽

- ۵۲ خوش گمانی ❁
- ۵۴ جادو نگری ❁
- ۵۵ امید ❁
- ۵۶ نیا سال ❁
- ۵۷ جہانِ نو ❁
- ۵۸ موسموں سا حبیب ❁
- ۵۹ اچھے دنوں کی یاد ❁
- ۶۰ بے اختیاری ❁
- ۶۱ مملکتِ عشق ❁
- ۶۲ لگن مہودت ❁
- ۶۳ جب خواب بکھرنے لگتے ہیں ❁
- ۶۴ مناظر وقت میں معدوم نہ ہوں گے ❁
- ۶۵ بہت دیر ہو گئی ❁
- ۶۷ وہ اکتوبر نہیں بھولا ❁
- ۶۸ ترک وطن ❁
- ۶۹ تیرا غم ❁
- ۷۰ بے کسی کی نہ اتنا مانگو ❁
- ۷۱ خواب سخی ہیں ❁
- ۷۲ Dilemma ❁
- ۷۳ آج کیوں دل اداس ہے اتنا ❁
- ۷۴ دلبر ❁
- ۷۵ اب دیر ہو گئی۔۔۔! ❁
- ۷۷ قطعہ ❁

- ۷۸ آخری ملاقات ❁
- ۷۹ انتسابِ زیست ❁
- ۸۰ مانوس سی آواز ❁
- ۸۱ تیرا شکوہ ہے کسی نے ٹوٹ کر چاہانہ تھا ❁
- ۸۲ خزاں کے زرد پتوں سے چمن مسکائے ❁
- ۸۳ یہ دل ہی تھا جو سہنے دیکھتا ہے ❁
- ۸۴ ستر سہہ کر زبان سے کچھ نہ کہہ کر ❁
- ۸۵ کیوں نظر سے گرا دیا مجھ کو ❁
- ۸۶ خاموشی سے جانے جی گھبراتا کیوں ہے ❁
- ۸۸ روٹھے دھتے ہو ایسے کیوں صاحب؟ ❁
- ۸۹ مت کرو عاشقی جو ڈرتے ہو ❁
- ۹۰ ہجر کا زہریلے جاتے ہیں ❁
- ۹۱ قطعہ ❁
- ۹۲ فردیات ❁
- ۹۳ تیرے بن اس طرح سے جیتے ہیں ❁
- ۹۴ کوئی خواہش دہی ہے سینے میں ❁
- ۹۵ دشمن نہ سہی دوست مگر اچھے نہیں تھے ❁
- ۹۶ کیسے مشکل سوال کرتی ہے ❁
- ۹۷ قطعہ ❁
- ۹۸ عامر بن علی کا ادبی سفر ❁

سر آغاز

اردو شاعری کی ایک روایت یہ بھی رہی ہے کہ نوواردان اپنے شوق کا آغاز غزل سے کرتے ہیں۔ غزل برصغیر کے مزاج میں رچی بسی ہوئی ہے۔ اس لئے بھی کہ غزل کی بنیاد ہماری موسیقی پر ہے، مگر گاہے گاہے اور یہ گاہے گاہے بے حد کم ہے کہ کسی مبتدی نے غزل سے قطع نظر کر کے شعر کہا ہو اور نظم کو ہی روایتی پابندیوں سے کسی حد تک آزاد رکھا ہو۔

عامر بن علی ایک ہی نام ہے۔۔۔۔۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ نظم سے اپنی شعری زندگی کا آغاز کیا بلکہ اتنا کہا کہ مجموعہ بن گیا۔ اس کم عمری میں مجموعہ بنا لینا بھی آسان کام نہیں تھا۔ مگر ”یاد نہ آئے کوئی“ ان کے شوق کی فراوانی کی گواہی ہے۔ سو چنے والی بات یہ ہے کہ اگر کوئی طالب علمی کے زمانے ہی میں مجموعہ تیار کر سکتا ہے تو میری عمر تک پہنچتے پہنچتے کتنے مجموعے تیار کر لے گا۔

یہ مجموعہ نئی نظموں کا نمونہ ہے۔ اس کی نظم جدید نظم کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے جو کہ ن۔م۔راشد اور میراجی سے علیحدہ رجحان کا پیدہ رہی ہے۔ بعض اوقات چونکا بھی دے رہی ہے۔

شہرت بخاری

۱۸ جولائی ۱۹۹۸



اشک آتے ہیں جب بھی آتے ہیں
 نیند آنکھوں میں اب نہیں آتی



نظمیں

محبت

محبت ایسا سچ ہے
 جو ہمیشہ سے ہے دنیا میں
 مگر پھر بھی پرانا ہونہیں سکتا
 کہ ہر اک چاہنے والے کی چاہت اک نیا سچ ہے
 محبت ایسا رستہ ہے
 جو قائم ہے ازل سے ہی
 پر اس کے سب مسافر
 آج تک بھی ہر قدم پر
 تازگی محسوس کرتے ہیں

محبت ایسا سورج ہے
 کہ جس کی ہر کرن دھرتی پہ پہلی بار اتری ہے
 محبت ایک جادوئی سا جذبہ ہے
 کہ جب من میں اترتا ہے
 تو دھڑکن وہ نہیں رہتی
 یہ دل ایسے بدلتا ہے
 عجب ہی معجزہ دیکھا
 زمانے میں محبت کا



کیا مثال دوں تمہاری؟

سننے

خوشبو

یادیں

رنگ اور روشنیاں

سندر ہیں !!

پر تیرے جیسا روپ کہاں



دستورِ زمانہ

ہنسنے والے اچھے ہیں
 ہنسنے والوں کے ہمراہ
 دنیا والے ہنستے ہیں
 رونے والے تنہا ہیں
 تنہا تنہا روتے ہیں
 ناحق پیار کی دھرتی میں
 اپنے آنسو بوتے ہیں
 جو چاہو وہ کر لو تم
 دنیا والے دوست تمہارے
 تم کو اپنی جان سے پیارے
 لیکن ایسا ہونا ہے
 کل تم کو بھی رونا ہے
 اور پھر تنہا ہونا ہے

بکاک، تھائی لینڈ

جون ۱۹۹۸ء



انتظار

برکھاڑت بھی
 بیت گئی ہے
 جانے سا جن کب آئے گا؟
 میرے بھیجے ہوئے سپنوں کو
 مجھ تک واپس کب لائے گا۔۔۔؟



پارس

تیرا عشق وہ پارس پتھر
جس نے

مجھ سے بے وقعت کو

سونے میں تبدیل کیا تھا

لیکن یہ تو آدھا سچ ہے!

سارا سچ جو سننا چاہو

تم بھی پارس جیسی ہی ہو

پارس بھی تو پتھر ہی ہے

اوروں کو سونا کرتا ہے

خود لیکن پتھر رہتا ہے



اکثر ایسا ہو جاتا ہے

ممکن ہے اس جگہ کی رسمیں
 ہم سے زیادہ طاقتور تھیں
 پیار سے بڑھ کر زور آور تھیں
 تو نے تب محسوس کیا تھا
 میں تھوڑا سا بے پروا تھا
 لیکن اب تو بدل گیا ہوں
 پھر بھی بارش کے موسم میں
 یا تنہائی کے عالم میں
 سوچتا ہوں گر تو مل جاتا
 جیون کیسا سندر ہوتا



انوکھی جیت

مجھ کو جیت ہے پیاری
 لیکن ایسی جیت نہیں
 جس میں کسی کی ہار بھی ہو
 میں کیوں جیتوں
 تم کیوں ہارو۔۔۔۔!



شاعر لوگ

بڑے خوش بخت ہیں

یہ لوگ

وگرنہ جگ میں

ایسی یکسوئی

بھلا اب کسے ہوتی ہے نصیب



قطعہ

پہلے بے حس تھے، بُرے تھے مگر اب ذکر ہی کیا
 رہنما اب بھی چُٹنا ہم نے وہ کب اچھا ہے
 آگ پھیلی ہے مرے شہر کے چاروں جانب
 حاکم وقت کا کہنا ہے کہ سب اچھا ہے



ملال کیسا؟

محببتوں کے درمیاں
میں زندگی گزار کے
چلا بھی گر گیا تو کیا
یہ زندگی زیاں نہیں
ذرا بھی یہ گماں نہیں
کہ زندگی گزار دی

بلا وجہ، بلا سبب
بھلا جہاں کہا کرے
یہ زیست اک فریب تھی
مگر یہ بات دل میں ہے
جو پیار میں گزر گئی
تو جان یوں زیاں نہیں !!!



روشنی کا نغمہ

کبھی جلاؤ شمع

رات کے اندھیرے میں

جب میسر کبھی ہوتہائی

تب ذرا غور سے دیکھو جیوتی

اک ذرا دھیان کرو

کان دھرو گے تو سنائی دے گا

روشنی ساز بھی

آواز بھی

نغمہ بھی ہے

میل کھاتا ہوا جس سے

کوئی گیت کبھی

کہیں کسی سے نہ سنا ہوگا

کبھی چراغ جلاؤ

سنو تو یہ نغمہ۔۔۔!



تیری یاد آتی ہے

زندگی کی راہوں پر
 جب کوئی نیا صدمہ
 زخم سا لگاتا ہے
 بے سبب ترا چہرہ
 مجھ کو یاد آتا ہے



سارے فسائے تیرے

کوئی واقعہ ہے وصال کا
 کوئی قصہ تیرے جمال کا
 یہ مرا سُخُن، یہ مرا بیاں
 تری بے رنجی کی ہے داستاں



یاد نہ آئے کوئی۔۔۔!

سب ہی بھول جاتے ہیں
 کون یاد رکھتا ہے۔۔۔؟
 دنیا والے کہتے ہیں
 کاروبار دنیا میں
 کون یاد رہتا ہے۔۔۔؟
 مدتوں سے ہاتھوں پر
 ایک سی دعائیں ہیں
 کاروبار دنیا میں
 کاش کوئی اک لمحہ
 ایسا بھی کبھی آئے
 بھول جاؤں میں اسکو
 وہ مجھے نہ یاد آئے!!



سمندر کی لہریں

جب آتی ہیں
 خوشیاں لے کر آتی ہیں
 ساگر کی لہروں میں ایسا جادو ہے
 ساحل سے ٹکرا کر جب واپس جائیں
 جاتے جاتے سنگ اپنے کچھ رنج و غم
 تھوڑا درد بھی ساتھ بہا لے جاتی ہیں
 پھر آئیں تو نئی خوشیاں لاتی ہیں



بہار کے آخری دن

شبیں مختصر تر ہوئی جا رہی ہیں
 سویرا گر اب بھی اجلا نہیں ہے
 سحر کے افق پر ہیں پرچھائیاں کیوں؟
 تمہارے بنا کچھ بھی سندر نہیں ہے!
 وگرنہ تو یہ موسم گل کی گھڑیاں
 سنا ہے ہر اک رُت سے زیادہ حسین ہیں
 جدائی کے موسم میں یوں لگ رہا ہے
 سحر شب گزیدہ ہوئے جا رہی ہے



دانشور

اے عمر یہ تو نے ظلم کیا
 اُس عشق بھرے دل والے پر
 اک شام جسے محسوس ہوا
 جب مشق و مشقت کے باعث
 الفاظ پکڑ میں آئے تو
 جذبات بچھڑتے جاتے ہیں
 اظہار بھلا اب کیا ہوگا۔۔۔؟
 ماضی سے متعلق جذبوں کا



مشکل شخص

میں
 تجھ کو کیسے
 شریکِ غم کر لوں۔۔۔؟
 میری سوچیں تو
 تیری زلفوں سے بڑھ کر
 پچھیدہ ہیں



توبہ شکنی

آگے شہر جاناں میں پھر ایک بار
 خود سے وعدے کئے تھے جو
 سب توڑ کے
 کتنے مجبور ہوں گے ذرا سوچ تو
 دل کے ہاتھوں
 جو آئے ہیں سب چھوڑ کے



قطعہ

رنگ اب کے نیا سا ہے دل میں
 عشق مہماں ہوا سا ہے دل میں
 لہریں پہلے بھی کتنی اٹھی تھیں
 آج طوفاں اٹھا سا ہے دل میں



محبت معجزہ ہے

جھیل سی آنکھوں والی لڑکی

ریشم جیسے کیسو

اپنے صندل سے ہاتھوں سے چھو کر

سرخ لبوں سے جب کہتی تھی

چمٹکا رہے جگ میں چاہت

مجھ کو اس دم

اس کا ہر اک حرف حقیقت

ہر اک بات ہی سچ لگتی تھی

سب کہتے ہیں وہ جھوٹی تھی

کیسے مانوں؟

دل کہتا ہے

جگ جھوٹا ہے وہ سچی تھی



کینسر

موت کا خوف اس کی آنکھوں میں
 اب ملا وہ تو میں نے دیکھا تھا
 زرد چہرہ بجھا بجھا ویراں
 اور لہجہ تھکا سا لگتا تھا
 جیتے جی دوستوں سے کٹتے ہوئے
 زندگی یوں بھی ہار مانتی ہے
 مجھ کو معلوم تو نہ تھا پہلے
 جب ملا وہ تو میں نے دیکھا تھا



پورا سچ

سارا سچ۔۔؟

اے جان مری!

کب سن پاؤ گی



گمشدہ خوشبو

قریبے یار سے اس بار گزرنا اپنا
 کتنا مشکل تھا
 کروں کیسے بیاں
 وہی مانوس ڈگر تھی
 مگر اس بار وہاں
 کوئی اپنا ہی نہیں تھا موجود
 اور نہ منزل کا نشان باقی تھا
 بدلے منظر سے چھلکتی تھی عجب خاموشی

پھر بھی منظر کے بدلنے کا گلہ کوئی نہیں

دُکھ تو یہ ہے

ہمیں محسوس ہوا ہے یہ بھی

کھو چکی ہے وہ کہیں

اُس کے کوچے سے جو

یادوں کی مہک آتی تھی



ماٹی کا باوا

میں ماٹی کا باوا ہوں
ٹھیس لگی اور ٹوٹ گیا



میں نہ بھول پاؤں گا۔۔۔!

ہجر کی حکایت کو
 وصل کی روایت کو
 تم تو بھول جاؤ گے
 سوچتا ہوں میں تنہا
 درمیاں دورا ہے کے
 اب کدھر سے جاؤں گا
 اپنی ذات کی جانب
 تم تو بھول جاؤ گے
 میں نہ بھول پاؤں گا



نصیب

سب نصیب کی باتیں
 جھوٹ ہی تو ہوتی ہیں
 تو نے جو کہا ہم سے
 مان بھی لیا ہم نے
 ہاتھ کی لکیریں سب
 جھوٹ ہی تو کہتی ہیں
 جب بھی یہ کہا تو نے
 ہم نے سچ کہا اس کو
 لیکن اتنا تلا دے
 گرنہ یہ مقدر تھا
 کچھ سبب تو ہوگا پھر؟
 تیری بے وفائی کا
 اپنی نارسائی کا۔۔۔!



صلہ

صلے میں عشق ملے جو

وہ عاشقی کیسی؟

تیرا محسن نہیں میں

عاشق ہوں

پیارا احسان تو نہیں ہوتا



جوبات ادھوری رہ گئی

تمہاری آنکھوں میں جو چمک تھی

اسی چمک میں

جواک شرارت چھلک رہی تھی

میں دیکھ سکتا تھا وہ شرارت

یہ بات کہنا تھی تم سے لیکن

جدائی بے وقت آگئی تھی

ملن کے موسم کے درمیاں ہی

تمہاری آنکھوں کا ذکر کرتے
 میں کہہ نہ پایا تھا ساری باتیں
 تمہاری آنکھوں کی روشنی میں شرارتوں کی
 کبھی کبھی جب
 میں سوچتا ہوں تمہاری بابت
 خیال آتا ہے جی میں اب بھی
 یہ بات کہنا ابھی تھی باقی۔۔۔!



خاموشی کی دھن

اک راگ ہے

خاموشی میں

ذرا غور سے سنو جو

تب تم کو دے سنائی

کچھ دھیان تو دھرو

یہ عجب سی ہے موسیقی

کچھ غور تو کرو۔۔۔!



قصور

قصور تیرا تھا
 یا کہ میرا
 یہ طے بھی کر لیں
 تو کیا ملے گا؟
 گیا زمانہ پلٹ سکے گا؟
 اگر نہیں تو یہ دوش دھرنے کا فائدہ کیا؟
 سمے سے لڑنا تو بے ثمر ہے
 گیا سمے کب بدل سکے گا



خزاں کی ہجرت

ہر برس

جب خزاں کی دستک ہو
 سب ہی پتے شجر سے ٹوٹے ہیں
 اور ایسے بہت سے پنچھی ہیں
 جن سے گھر اس خزاں میں چھوٹے ہیں
 اجنبی دیس کو نکلتے ہیں
 ہجرتوں کا عذاب جھیلتے ہیں
 آسماں کا ہے کچھ مزاج الگ
 اس پہ تارے نئے چمکتے ہیں
 اور پرانے بہت سے ٹوٹے ہیں
 اپنی ہجرت کا جب سبب ڈھونڈیں
 ہم خزاں رُت کو دوشی دیکھتے ہیں



بہار آئی کہ اجل

تیز ہوا میں تنہا پنچھی
 اڑتے اڑتے تھک سا گیا
 اور پھر سوکھے ہوئے پتوں پر
 دھم سے آن گرا
 پھر بڑھتا ہی چلا گیا
 تیز ہوا کا شور
 اور بارش کا زور



اک وہم

جس نے تجھ کو چاہا تھا
 بے تحاشا پوجا تھا
 میں بھی وہ نہیں شاید
 پھر بھی ایک گماں سا ہے
 پیار کے تصور کا
 تو کہ بے وفا ٹھہرا
 مجھ کو بھی نہیں دعویٰ
 عاشقی میں جینے کا
 پھر بھی ہو تو سکتا ہے
 جذبہ وہ محبت کا
 زندہ ہو کہیں شاید



چندن

نام کچھ اور تھا
 لیکن اسے صندل کہتے
 جس کی موجودگی گلشن کو معطر کر دے
 پاس آئے تو مہک جائے ہو اچاروں طرف
 دور ہوتے بھی پراسرار فضا بن جائے
 مرمریں ہونٹ، سیاہ زلف وہ خوابیدہ چشم
 نقش سارے ہی حسین تھے اس کے
 مہنہ جبیں تھی وہ مگر
 نقش ممکن ہے حسین کچھ ایسے
 ہاں! کسی اور حسینہ کے بھی ہوں
 صندلی جسم مگر ایک اسی ایک کا تھا
 نام کچھ اور تھا لیکن اسے صندل کہتے



کیا رکھا ہے ناموں میں

اب تک ہوں انجان
 میں کتنے پھولوں
 پیڑوں اور چہروں کے ناموں سے
 اکثر ہی احساس مجھے یہ ہوتا ہے
 میری بے خبری سے لیکن
 ان کے حُسن اور خوشبو
 رنگ و روپ میں کوئی
 تھوڑی سی بھی
 کمی نہیں ہوتی ہے
 تو پھر نام تو جو بھی ہووے
 نام میں کیا رکھا ہے



نیا مہمان

ہے عجب حال
 کیسے بتلائیں
 کس کی آمد ہے
 کعبہء دل میں
 سارے لات و منات
 لرزاں ہیں



سمرپن

کٹھن ہے جینا بچھڑ کے
مگر ملن کے لئے

ہم اپنی اپنی انا کے اسیر رہتے ہوئے
کریں گے کب کوئی کوشش
جو رنگ لے آئے

ملاپ ہو پائے
بہت کڑا ہے انا کی فصیل کا گرنا
نمل سکیں گے کبھی بھی

ہم اس کے ہوتے ہوئے



قطعه

پھر وہی بات وہی رنگ پرانا نکلے
 عاشقی ہے نئی آہنگ پرانا نکلے
 زندگی اب کے بدلنے کی تمنا ہے مگر
 کیسے سینے سے تیرا سنگ پرانا نکلے



تنہا

بیچ راہ کے
 چھوڑ کے جانے والے
 سُن لے۔۔۔!
 بربادی کی منزل پر میں
 تنہا پہنچا ہوں



خوش گمانی

دلِ ناکام بھی کیا خوش گماں ہے
 ابھی تک اس یقیں میں مبتلا ہے
 کہ اس کو بھی کبھی احساس ہوگا
 بہت کچھ کھو دیا ہے اس نے آخر
 سرِ رہ مجھ کو کھو کر زندگی میں
 ملیں گے ہم وفا کے راستوں پر
 بہت سے لوگ ایسے اور بھی ہیں
 کہ جن کا دعویٰ ہے عہدِ وفا کا
 کھلے گا ایک دن یہ دیکھ لینا
 مرے محبوب پر یہ رازِ الفت

بہت سے چاہنے والے تھے اس کے
 مگر میں ہی اکیلا تھا جہاں میں
 اسے جو پوچتا تھا بے تحاشا
 عجب یہ وسوسہ ہے میرے دل کا
 بھلا اس کو یہ کیوں احساس ہوگا۔۔۔؟
 دلِ ناکام بھی کیا خوش گماں ہے
 دلِ ناشاد کا یہ وسوسہ ہے۔۔۔!



جادوگری

کوئی واقف نہیں رہا باقی
 کوچہ یار میں مگر پھر بھی
 آنا جانا بھلا سا لگتا ہے
 ہاتھ آجائے جو بہانہ کبھی
 اب بھی بھولے نہیں ہیں ہم وہ گلی
 جس میں تھی اک طلسمی سی لڑکی

سیؤل۔ جنوبی کوریا



امید

کہاں کامیابی ملی نفرتوں کو
 جہاں میں
 ابھی تک تو نفرت ہی ناکام ہے
 کڑی مشکلوں میں گھری تو ہے چاہت
 مگر پھر بھی اب تک
 محبت ہی ہے معتبر
 جس کا دنیا میں سب سے بڑا نام ہے



نیا سال

طلوع جو سالِ نو ہوا ہے

بڑا عجب ہے

یہ پچھلے برسوں کی

سوئی خواہش

جگا رہا ہے



جہانِ نو

آویارو مل کر سوچیں
 کچھ مستقبل کے بارے میں
 میری سُنو!
 کچھ اپنی کہو تم
 اک نئی دنیا کے بارے میں
 ﴿﴾

موسموں سا حبیب

خزاں کا چاند تھا
 وہ پھول اک بہار کا تھا
 جو دل کے صحرا میں بارش کی طرح آیا تھا
 کہ تپتی زریست میں گرمی وہ لمس کی لایا
 پگھل گیا تھا بدن
 اور بدن کے ساتھ جگر
 سماں عجب تھا بہت اسکی رخصتی کا مگر
 بہت ہی سرد تھا اس کے مزاج کا موسم
 جو چھوڑ کر گیا بستی کسی اندھیرے میں
 وہ آفتاب تھا پر بت کی اوٹ میں چھپتا



ایچھے دنوں کی یاد

تیری قربت میں جو گزرے

وہ دن کتنے اچھے تھے

سچ پوچھو تو

اس جیون میں

بس وہ دن ہی اچھے تھے



بے اختیاری

کس طرح کا یہ مجھ پہ جادو کیا
 اس کی آنکھوں نے
 پہلے جلوے میں
 ان کو دیکھوں تو دل کو چین ملے
 دوریاں دل کو بے قرار کریں
 اپنا دل پر نہ اختیار رہا



مملکتِ عشق

دوزخ ہے جگہ وہ
 کہ جہاں پیار نہیں ہے
 اور سچ ہے
 سبھی مملکتِ عشق کے باسی
 دنیا میں تو رہتے ہیں
 پہ جنت کے ملیں ہیں



لگن مہورت

دوش تمہارا تھا؟

میرا۔۔۔؟

یا اور کسی کا۔۔۔؟

اپنے ملن کا مہورت

لیکن بیت گیا

دوش دھرو

جو چاہے کہو

اب حاصل کیا؟



جب خواب بکھرنے لگتے ہیں

اس بار پیا جب آئے تو
 کچھ بدلی بدلی تھی رنگت
 اور آنکھوں میں ویرانی تھی
 وہ شوخ شریر جو چنچل تھی
 کیا جانے کیوں بیگانی تھی
 اس بار وہ ہونٹ جو دیکھے تو
 احساس ہوا دکھیا من کو
 جب خواب بکھرنے لگتے ہیں
 چہرے بھی بدلنے لگتے ہیں



مناظر وقت میں معدوم نہ ہوں گے

یہ چاند پورا ہو

پر بتوں پہ

نہا کے نکلے یا سا گروں سے

گھاٹ پر جس کو ناریاں

جھم جھم بھریں گا گروں میں

اداسیاں بھی بھلی لگیں ہیں

فلک پہ چندا جو پورا نکلے



بہت دیر ہو گئی

وہ شخص اور تھا
 جس نے
 تجھے چاہا تھا کبھی
 اب اس کا جسم لیے
 اور کوئی گھومتا ہے
 تو آج لوٹ کے آئی ہے
 پشیمان ہے۔۔۔!
 طلبگارِ وفا ہے لیکن

سمے کے بن میں کہیں کھو بھی چکا مدت سے
 وہ آدمی کہ جو نازاں تھا تیری چاہت پہ
 اب اسکا جسم لئے شخص ایک قیدی ہے
 ڈر کی زنجیر میں جکڑا ہوا
 بے بس قیدی
 اور تم جانتی ہو خوف کے آسیب میں قید
 لوگ جی سکتے ہیں
 محبت تو نہیں کر سکتے
 وہ کوئی اور تھا جس نے تجھے چاہا ہوگا



وہ اکتوبر نہیں بھولا

میں اکثر بھول جاتا ہوں

نئے رستوں

نئے چہروں

نئے ناموں کو بھی

اور نمبروں کو بھول جاتا ہوں

مگر ہے معجزہ کیسا

محبت کی کہانی کا ستمگر آخری موسم

صنم جب روٹھ کر پھٹا

بہت اس کو بھلاتا ہوں

وہ اکتوبر نہیں بھولا



ترکِ وطن

تیرے پیار میں دھرتی
 کس طرح گزارے ہیں
 زندگی کے روز و شب
 اور جب سے آیا
 زندگی کی راہوں پر
 تیرے ساتھ چلنے کا
 دکھ ہوا بہت ہم کو
 راستے بدلنے کا
 تم سے جاں بچھڑ کر پھر
 دل پہ کیا عذاب آئے
 زندگی کے وہ لمحے
 ہم بھلا نہیں پائے

مکہ مکرمہ

نومبر ۱۹۹۷ء



تیرا غم

تو نے جب سے
 مجھ کو تنہا چھوڑ دیا ہے
 غم کے بادل
 اس جیون پر چھا سے گئے ہیں
 خوشی کا سورج
 دور کہیں پر ڈوب گیا ہے
 سارے سنے
 کانچ کی مانند ٹوٹ گئے ہیں
 رنگ اور خوشبو
 یوں لگتا ہے روٹھ گئے ہیں



بے کسی کی نہ انتہا مانگو

بے بسی اس قدر بھی ہوتی ہے
 بند مٹھی سے جیسے پھسلے ریت
 وقت یوں ہاتھ سے نکلتا ہے
 زندگی جن کے نام ہو وہ لوگ
 جن کی چاہت ہی کل اثاثہ ہو
 چھوڑ جاتے ہیں۔۔۔۔!

پھر نہیں آتے۔۔۔۔!!

اور ہم کچھ بھی کر نہیں پاتے
 بے کسی اس قدر بھی ہوتی ہے
 زندہ رہنے کو من نہیں کرتا

پھر بھی ہم بے وفاسی دنیا میں

زندہ رہتے ہیں۔۔۔۔!

مر نہیں جاتے۔۔۔۔!!



خواب سخی ہے

جس سے ملنے نہ دیا
 اور جو نہیں مل پایا
 دنیا میں
 خواب میں پایا ہے سب کچھ
 کہ جو ممکن ہی نہ تھا
 تنگ دل ہے یہ جہاں
 خواب کتنے ہیں سخی
 پوری کرتے ہیں مرادیں دل کی
 کبھی انکار نہیں کرتے
 کسی کو بھی یہ
 کیا ہی اچھا تھا اگر
 میری دنیا کا چلن
 کاش اک خواب کے جیسا ہوتا۔۔۔!



Dilemma

بھیگی بھگی تری پلکوں کی قسم کھاتا ہوں
 پھر نہ آؤں گا کبھی لوٹ کے اب جاتا ہوں
 ریزے ریزے میں عیاں ہے تری صورت جاناں
 بستی چھوڑی ہے تو صحرا میں تجھے پاتا ہوں



آج کیوں دل اُداس ہے اتنا

چاند چپکے سے جو ابھرا
 سُرمئی پر بت کی چوٹی سے
 بہت خاموش ہے منظر
 مگر چاندنی کی ضد ہے
 مجھ سے پوچھنے کی
 آج کیوں ہے دل اداس اتنا؟

کہ پورا چاند
 اس کی خامشی
 تو پیار کے اقرار کی رُت ہے
 اسے کیسے بتاؤں
 ٹوٹے دل پر
 یہ حسیں رُت کتنی بھاری ہے



دلبر

مجھے زندگی سے

گلہ نہیں

نہ یہ رنج

کوئی ملا نہیں

ترے بعد میری حیات میں

جسے پوجتی ہوں یہ دھڑکنیں

مگر اب بھی چاندنی رات میں

کبھی تنہا سوچتے سوچتے

یہ خیال آتا ہے بے سبب

میں یہ مانتا تو نہیں مگر

تری ہے کمی۔۔۔!

تو ملا نہیں۔۔۔۔!



اب دیر ہوگئی۔۔۔!

وہ کوئی اور تھا
 جس نے
 کبھی چاہا تھا تجھے
 اب اس کا جسم لئے
 اور کوئی پھرتا ہے
 مگر تو لوٹ کے آئی ہے
 پشیمان بھی ہو سکتی ہے؟
 اسی سبب سے طلب گارِ وفا ہے مجھ سے

کیسے میں تجھ کو بتاؤں کہ بہت مدت سے
 وقت کے بن میں کہیں کھوبھی چکا ہے وہ تو
 وہ آدمی کہ جو نازاں تھا تیری چاہت پہ
 اس کے پیکر میں جو تو دیکھ رہی ہے وہ شخص
 ڈر کی زنجیر میں جکڑا ہوا اک قیدی ہے
 اور تو جانتی ہے خوف کے آسیب میں قید
 لوگ جی سکتے ہیں
 چاہت تو نہیں کر سکتے
 وہ کوئی اور ہی ہوگا
 جو بہت چاہنے والا تھا تجھے



قطعہ

پیار جتنا کب زیبا ہے
 دل کی دل میں جگہ ہوتی ہے
 رسموں سے ٹکرا جاتی ہے
 چاہت بے پروا ہوتی ہے



آخری ملاقات

تیری باتیں
 جاناں
 ایسی پرانی تو نہ تھیں
 تیرا لہجہ
 جانم
 ایسا کھڑ در اتونہ تھا



انتسابِ زریست

تنہائی اور غمناکی سے
 بھری پڑی ہے شام
 پیار کا ہے انجام
 یہ غم اور تنہائی انعام
 جانِ محبت کرنے کا بھی
 تجھی سے پایا تھا تحفہ
 سب تیرے در پر قربان
 جیون
 تنہائی اور شام
 تیرے نام۔۔۔۔!



مانوس سی آواز

ایسے اک شہر میں محسوس ہوں میں مدّت سے
 جس کی تاثیر کچھ ایسی ہے قدم رکھتے ہی
 دل کو پتھر کئے دیتی ہیں ہوائیں اس کی
 مال و زر ہی کی زباں بولتے ہیں اس کے مکیں
 اور سکون کی یہ چھنک گیت سمجھتے ہیں یہاں
 عشق ماضی کی کوئی چیز

وفا بے معنی

ایسے ماحول میں یہ کیسی صدا آئی ہے؟
 چھوگئی دل کو عجب اس میں مسجائی ہے
 ایک لمحے کو یہ محسوس ہوا ہے جیسے
 دل دھڑکتا ہے ابھی
 اور جذبات میں جاں باقی ہے





تیرا شکوہ ہے کسی نے ٹوٹ کر چاہا نہ تھا
عشق والوں کو شکایت ہے کہ تو سچا نہ تھا

ہم کو بھی ممکن ہے مل جاتا کہیں تو اہل دل
بعد تیرے ہم نے اس بابت کبھی سوچا نہ تھا

خیر دل کی کیفیت تو شاعری سے ماورا
ہجر کی شب چودھویں کا چاند بھی پورا نہ تھا

ہم رہے تھے منتظر جس کے لئے وہ بزم میں
حوصلہ کر کے بلایا بھی تو وہ آیا نہ تھا

چاہتوں کے سلسلے جاری رہے جیون کے سنگ
جُز تیرے لیکن کسی کو بھی کبھی پوجا نہ تھا





خزاں کے زرد پتوں سے چمن مسکائے ممکن ہے
صبا کے ساتھ گلشن میں خوشی لہرائے ممکن ہے

دلِ ویران و ناکارہ، بیاباں ہی سہی لیکن
یہاں گیسو کی شبنم سے بہار آ جائے ممکن ہے

اسے آواز دینے سے انا تو روکتی ہوگی
ترے واپس بلانے سے پلٹ وہ آئے ممکن ہے

ابھی تو زخم تازہ ہے پھر اس پہ کم سنی تیری
شب ہجراں کی تنہائی میں جی گھرائے ممکن ہے

محبت میں سبھی کا باگھ خوشیاں تو نہیں ہوتا
جنونِ عاشقی تجھ کو لہو نہلائے ممکن ہے





یہ دل ہی تھا جو سنے دیکھتا ہے
بھلا اب ٹوٹنے پر کیا گلہ ہے

بچھڑ جانا اگرچہ طے شدہ تھا
ترے جانے کا پھر بھی دکھ بڑا ہے

زمانے کے سبھی غم دے کے مجھ کو
مجھے وہ پوچھتا ہے، کیا ہوا ہے؟

کہیں ساون کی رم جھم میں اداسی
کبھی من جس موسم پوجتا ہے

نہیں بدلے ہیں روز و شب ذرا بھی
وہی آوارگی کا سلسلہ ہے

ستم سہہ کر زباں سے کچھ نہ کہہ کر
جو زندہ ہیں انہی کا حوصلہ ہے

یہ چاہت ایسی وادی ہے جنوں کی
یہاں جو آگیا وہ کب گیا ہے

محبت ان دنوں ارزاں ہوئی ہے
مجھے یہ عشق تو مہنگا پڑا ہے





کیوں نظر سے گرا دیا مجھ کو
غم کا عادی بنا دیا مجھ کو

اس قدر بے رخی کہ میں جیسے
حادثہ تھا بھلا دیا مجھ کو

اس محبت کے جرم نے جاناں
سب کا مجرم بنا دیا مجھ کو

عشق کے جاں گسل سفر نے مجھے
کیا بتاؤں کہ کیا دیا مجھ کو

اک محبت ہی جرم تھا میرا
حد ہے سولی چڑھا دیا مجھ کو

جس طرح مٹتے ہیں حروف غلط
ہجر نے یوں مٹا دیا مجھ کو





خاموشی سے جانے جی گھبراتا کیوں ہے
خود کو ملنے سے یوں دل کتراتا کیوں ہے

جس کو بھولنے کی ہر روز دعا کرتا ہوں
روزا سی کا ذکر زباں پر آتا کیوں ہے

لوگ وفا سے بے بہرہ ہوں جس کو چے کے
مورکھ من ایسی بستی میں جاتا کیوں ہے

سپنے ہی ہیں اصل کمائی بنجارے کی
خواب بیاں کرنے سے پھر شرماتا کیوں ہے

تو ہی ایک کہانی ہے اپنے جیون کی
یار کہیں ہر بارا سے دہراتا کیوں ہے

رمتا جوگی مست پھرے کوئی کیا جانے
آوازوں کے شور میں جگنی گاتا کیوں ہے

پر بت، جنگل، صحرا، دریا راج اُسی کا
اس کے شہر کو چھوڑ کے پھر تو جاتا کیوں ہے

ساون کی پہلی بارش کا پانی برسے
ایسے موسم میں تو اشک بہاتا کیوں ہے





روٹھے رہتے ہو ایسے کیوں صاحب؟
لوگ پوچھیں تو کیا کہوں صاحب؟

خود ہی سرتن سے کاٹنا ٹھہرا
عاشقی تو ہے وہ جنوں صاحب

آپ کہتے ہیں خوش رہا کیجئے
اشک آتے ہیں گرنسوں صاحب

کوئی سنتا نہیں کتھا اپنی۔۔!
کس سے من کی کہا کروں صاحب؟

دل نہیں مانتا حساب کی بات
کیسے دنیا کی مان لوں صاحب؟





مت کرو عاشقی جو ڈرتے ہو
دل لگی بزدلوں کا کام نہیں

آس ٹوٹی نہیں ابھی ورنہ
آرزو دل جلوں کا کام نہیں

مجھ کو مشکل میں چھوڑنے والو
بے رخی دوستوں کا کام نہیں

عشق رندوں کو سرفراز کرے
بے خودی زاہدوں کا کام نہیں

ہجر ہے امتحان ہمت کا
وصل تو حوصلوں کا کام نہیں

سُن مرے میرے کارواں یہ گلہ
رہزنی رہبروں کا کام نہیں





ہجر کا زہر پے جاتے ہیں
یوں بسر وقت کیے جاتے ہیں

نئی چاہت کا حوصلہ ہے کہاں
زخم ماضی کے سے جاتے ہیں

کوئی حسرت ہے دبی سینے میں
اب تلک بھی جو جیسے جاتے ہیں

دلبری جرم بنا ہے تو سُنو!
ہم یہ الزام لئے جاتے ہیں

گئے دن لوٹ کے آئے نہ کبھی
پھر بھی آواز دیئے جاتے ہیں

کیا عجب ہے خبر ان کو نہیں کچھ
ہم مرے جن کے لئے جاتے ہیں



قطعہ

پیار کی آرزو میں جیتے رہے
 مدتوں زہرِ ہجر پیتے رہے
 مشغلہ عاشقی نے خوب دیا
 عمر بھر زخمِ دل ہی سیتے رہے



فردیات

کریں یقین وہ کیسے جہاں میں راحت کا
تمام عمر کٹی جن کی زخم سیتے ہوئے



اسی خیال میں گزری ہے آج کی شب بھی
یہ چاند آج بھی اترے گا تیری صورت میں



تم کہ نازاں تھے پری رُخ سے شناسائی پہ
اب بھی ڈرتے ہو بھرے شہر میں رسوائی سے





تیرے بن اس طرح سے جیتے ہیں
جیسے طوفاں میں دیپ جلتے ہیں

چھوڑ دینا کی فکر آج کی رات
آج ہم دل کی بات کرتے ہیں

اس کے دم سے ہے میکدہ رنگیں
جس کے جلوؤں پہ رند مرتے ہیں

ہے رقم نام جس کا سینے پر
من کی کہتے اسی سے ڈرتے ہیں

جن سے رشتے ہوں چاہتوں والے
دور رہ کر بھی پاس رہتے ہیں

تو ہے سپنوں سے بھی حسین ورنہ
خواب زیادہ حسین ہوتے ہیں





کوئی خواہش دبی ہے سینے میں
ورنہ اب کیا مزا ہے جینے میں

اب کے اپریل زخم چھوڑ گیا
پھول کھلتے تھے اس مہینے میں

چند گھڑیاں نشاطِ وصل کی تھیں
زیست کی زہرِ ہجر پینے میں

اک محبت ہی جرم تھا اپنا
عمر گزری ہے زخمِ سینے میں

عاشقی میں جو مٹ گئے تو کھلا
نشہ ہے خاص اس قرینے میں





دشمن نہ سہی دوست مگر اچھے نہیں تھے
وہ لوگ جو مدت سے مرے دل کے مکیں تھے

موسم کے بدلنے سے جو بدلے ہیں وہ سا تھی
کیا جانے کہاں کھو گئے کل تک تو یہیں تھے

شاہی سے نہ تکریم ملے خلق خدا کی
کم ظرف تھے اکثر جو یہاں تخت نشیں تھے

کب ہاتھ ملا لینے سے دل ملتے ہیں صاحب
ان سے بھی ملے زخم جو ایمان و یقیں تھے

کس دل سے چلیں آج اسی بزم میں عامر
دیکھا ہی نہیں یار نے ہم کل بھی وہیں تھے





کیسے مشکل سوال کرتی ہے
زندگی بھی کمال کرتی ہے

لوگ مل کر بچھڑتے رہتے ہیں
جاں کیوں اتنا ملال کرتی ہے؟

تیری یادوں کی اس قدر شدت
سانس لینا محال کرتی ہے

سنگ دل ہیں تیرے نگر کے ملیں
جن کو اپنا خیال کرتی ہے

پھر کسی کام کا نہیں رہتا
دل لگی یوں نڈھال کرتی ہے



قطعہ

کچھ عنایت ہو نظر الفت کی
 داغ سینے کے کیوں مسلتے ہو
 ہم محبت کے پوجنے والے
 کیوں ہمیں بے رخی سے ملتے ہو



ایک شعر

سب کو دشمن بنا لیا اپنا
 اک تیری دوستی کی چاہت میں

عامر بن علی کا ادبی سفر

محبت چھوگئی دل کو (شعری مجموعہ)

گزشتہ دس برسوں میں نوجوان شعراء کی جو نسل ابھر کر سامنے آئی ہے۔ اس میں سے ایک اہم نام عامر بن علی کا ہے۔ اس کی شاعری نوجوان نسل کے ساتھ ساتھ ثقہ اور معتبر ادبی حوالوں سے بھی لائق توجہ اور پسندیدہ ہے۔

محمد اسلم

ادب سے عامر بن علی کی کئیشنٹ ہے اور یہی کئیشنٹ اسے کچھ کر گزرنے کے عمل پر اکتائی رتی ہے اور بے چین رکھتی ہے۔ نفرت اور منافقت سے آلودہ موجودہ ادبی فضا میں ایسے شاعروں کا وجود غیر عادی ہے۔ جو نہ صرف شاعری میں محبت اور پیار کی بات کرتے ہیں بلکہ خود اسکی عملی تصویر بھی ہیں۔

عطاء الحق قاسمی

چلو اتر کر کرتے ہیں (شعری مجموعہ)

عامر بن علی کی غزلوں میں بھی ان کی ذہانت اور سادیت جگہ جگہ نمایاں ہے۔ مگر ان کا حقیقی تخلیقی جوہر ان کی نظموں میں اظہار پایا ہے۔ وہ جدید نسل کے نمائندہ شاعر ہیں اور ان کے کلام میں امکانات کے آفاق خاصے وسیع ہیں۔

احمد ندیم قاسمی

عامر بن علی کو مل، مصحوم اور سچے جذبوں کو سادگی اور سلاست کے ساتھ شعری بیکر عطا کرنے کے خواہیدہ عمل میں سرشار ہیں۔ ان کی شاعری میں ایک خاص قسم کی لطافت اور نفسی ہے جو قاری یا سامع کے دل و دماغ پر پھوار کی طرح برتی ہے۔ پھر دھمے دھمے انداز میں ساگتی چلی جاتی ہے۔

اسلم کولسری

سرگوشیاں (شعری مجموعہ)

عامر کی نظموں اور غزلوں کا دوسرا مجموعہ "سرگوشیاں" اپنے عنوان کی طرح سبک، مدہم اور نرم و نازک جذبات و خیالات سے مزین ہے۔ ان نظموں سے ہمیں اپنے آپ کو تلاش کرنے والی نوجوان نسل کو تلاش کرنے اور اسے سمجھنے اور پیار کرنے کی دعوت ملتی ہے۔

مٹو بھائی

عامر بن علی زندگی کے غبار آلود راستے پر ہمہ وقت سفر کرنے والا ایک نوجوان ہے۔ انتھک، باہل اور اچھے برے مومنوں میں سر اٹھا کر چلنے والا نوجوان۔ اس نے اس سفر میں آنے والے ہر چھوٹے بڑے مشاہدے اور تجربے کو اپنی شاعری میں سمونے کی کوشش کی ہے اور وہ کامیاب رہا ہے۔

احمد عقیل روبی

آج کا جاپان (سفر نامہ)

آپ کے سامنے مضامین کا ایک مجموعہ ہے جو سفر نامہ نہیں، تحقیقی مقالہ بھی نہیں بلکہ "آج کا جاپان" ایک تجربہ نامہ ہے۔ مصنف نے جاپانی معاشرے کو اس کے اندر رہتے ہوئے خوب دیکھا، اپنا تجربہ خوب آزمایا۔ پھر ایک طویل مکتوب اور مصافحت سے وابستہ رہنے سے تقریروں کو عمدہ لکھنے کا تجربہ بھی انہیں بہت خوب ہے۔ اس لیے یہ تجربہ نامہ دوسرے سفر ناموں سے منفرد ہے۔

پروفیسر سوہی مانے

اس کتاب کی پاکستانی معاشرے کو بہت ضرورت ہے۔ شاید اس کے مطالعے سے چند افراد کے دلوں میں یہ جذبہ پیدا ہو جائے کہ ہمیں بھی اپنے ملک اور قوم کو ترقی کے راستے پر گامزن کرنے کے لیے جاپان سے کچھ سیکھنا ہے۔ اس کتاب میں سفر نامہ اور قیام نامہ دونوں کی خوبیوں کو نکالایا گیا ہے اور رواں، سلیس، ہلکی پھلکی نثر میں بہت کام کی باتیں تحریر کی گئی ہیں۔

خواجہ محمد زکریا

گفتگو (انٹرویوز)

عامر بن علی اور ابراہیم کی انٹرویوز پر مشتمل کتاب میں آپ کو گہرائی اور گیرائی نظر آئے گی۔ اس کی نظیر ان کے ہم عصروں میں بہت کم نظر آتی ہے۔ عطاء الحق قاسمی گفتگو ایک اہم ادبی دستاویز ہے جو ادب کے قارئین کے لئے حوالے کی چیز ثابت ہوگی۔ ڈاکٹر سلیم اختر

محبت کے دورنگ۔۔۔ گہریلا مسترال اور پابلو نرودا (تراجم)

عامر بن علی نے ایک طرف پابلو نرودا جیسے عظیم مزاحمت کار کی منتخب شاعری کا ترجمہ پیش کر دیا ہے وہاں نرودا کے سیاسی اور ادبی مسلک کے مد مقابل عامی شہرت یافتہ گہریلا مسترال کے تراجم بھی پیش کر دیے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ شعر و ادب میں دونوں غالب گہریلا مقابلوں کو محبت کے ساتھ محسوس کیا جائے، یہ پہل عامر بن علی نے کی ہے اور نام رکھا ہے "محبت کے دورنگ" ڈاکٹر انوار احمد

یاد نہ آئے کوئی (شعری مجموعہ)

یہ مجموعہ نئی نظموں کا نمونہ ہے۔ اس کی نظم جد نظم کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے جو کہن۔م راشد اور میراثی کی پیغمبر درمخان کا پیدہ دے رہی ہیں۔ بعض اوقات چونکا بھی دے رہی ہے۔ شہرت بخاری

Amir Bin Ali is one of the finest Poets from younger generation that have emerged during last decade.

(Express Tribune Book Review)

Staying away from his homeland makes Amir Bin Ali skeptical that he might get disconnected from his past, it is evident from his poetry and prose that he loves his country a lot and want to stay connected. He is successfully doing so through his writings.

(Daily The Nation Book Review)



Amir Bin Ali is one of the finest Poets from younger generation that have emerged during last decade.

(Express Tribune Book Review)

Staying away from his homeland makes Amir Bin Ali skeptical that he might get disconnected from his past, it is evident from his poetry and prose that he loves his country a lot and want to stay connected. He is successfully doing so through his writings.

(Daily The Nation Book Review)

عالمربین علی کا ادبی سفر

- محبت چھوگئی دل کو (شعری مجموعہ)
- چلو اقرار کرتے ہیں (شعری مجموعہ)
- سرگوشیاں (شعری مجموعہ)
- یاد نہ آئے کوئی
- محبت کے دورنگ - گہریلا مسترال اور پابلو نرودا (ہسپانوی زبان سے براہ راست اردو میں کیے گئے تراجم)
- گفتگو (انٹرویوز)
- مکتوب جاپان (کالمز)
- آج کا جاپان (سزنامہ)
- محبت کے موسم (زیر طبع)
- گریڈ سفر (زیر طبع)
- مدیر اعلیٰ: ماہنامہ ارژنگ لاہور